مواعظِ متکلمِ اسلام

برائے خواتین

2

متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ

مواعظِ متکلمِ اسلام

(جلد دوم)

متکلم اسلام
مولانا **محمد الیاس گھمن** حفظہ اللہ

ناشر: مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ
87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا
0321-6353540

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب ــــــــ مواعظ متکلم اسلام (جلد دوم)
بار اشاعت ــــــــ اول
تاریخ طبع ــــــــ ستمبر 2013ء
تعداد ــــــــ 1100
مطبع ــــــــ دارالایمان پرنٹرز
باہتمام ــــــــ احناف میڈیا سروس

◆

ملنے کے پتے

مکتبہ اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا
0321-6353540
دارالایمان 17-فرسٹ فلور زبیدہ سنٹر 40 اردو بازار لاہور
0423-7350016 ◆ 0321-4602218
دارالایمان دوکان نمبر 11 ماشاء اللہ مارکیٹ نزد تبلیغی مرکز
گیٹ 5 رائیونڈ 0335-7500510

For Download

فہرست

اہل السنت والجماعت....... آقا کی عطا ہے 26

عقیدہ ختم نبوت: 28

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت: 28

اگر کوئی نبی ہوتا تو.........: 28

صدیق اکبر کا تذکرہ نہ فرمانے کی حکمت: 29

بشیر و نذیر والی صفات: 29

جلالی اور جمالی مزاج: 30

آقا ﷺ پر جمال کا غلبہ: 30

جسمانی اور روحانی رشتہ: 30

روحانی باپ اور روحانی مائیں: 31

نبی ہمارے باپ کیسے؟: 31

اصل اور نسل کا فرق: 32

جسمانی، روحانی تعلق اور نسبت: 32

آیات کریمہ کی روح: 33

ہمارا نام ”اہل السنت والجماعت“ ہے: 34

سفید و سیاہ چہرے: 34

ہمارا جنتی نام: 34

اعمالِ نبوی کی چار اقسام: 34

پہلی قسم .... قبل از نبوت: 35

دوسری قسم ....بیانِ جواز: 35

عذر اور مجبوری الگ چیز ہے: 35

گنجائش اور رخصت اور آج کا زمانہ: 36

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا: 36

بوقت ضرورت گنجائش ہے: 37

بیٹھ کر نوافل کی ادائیگی: 37

تیسری قسم .... خصوصیتِ نبوی: 38

احکام میں تبدیلی: 38

پہلی مثال: 38

دوسری مثال: 38

تیسری مثال: 39

چوتھی مثال: 39

چوتھی قسم......... مسنون عمل: 39

اہل السنت والجماعت کون؟ 39

فتنوں کی پیشین گوئی؟: 40

”بنی اسرائیل“ کون؟ 40

امت محمدیہ؛ بنی اسرائیل کے نقشِ قدم پر: 41

73 فرقے اور نجات پانے والا گروہ: 41

فرقہ واریت پھیل جائے گی: 42

امت کا کیا بنے گا؟: 42

نجات پانے کا طریقہ کیا ہے؟: 42

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعلیمات: 42

سنت کی اطاعت؛ فہم صحابہ کی روشنی میں: 43

تقلید امام اعظم ابوحنیفہ کی: 43

”حنیفہ“ اور ایک غلط فہمی کا ازالہ: 43

ابوحنیفہ کا معنیٰ: 44

ابوبکر کا معنیٰ: 44

ابوتراب کا معنیٰ: 45

ابوہریرہ کا معنیٰ: 45

دیوبندی کسے کہتے ہیں؟: 46

دین کے پہرے دار: 46

علمائے دیوبند کا بنیادی نظریہ: 46

ہمارا نام اور ہمارا کام: 47

خواتین کی دینی ذمہ داری: 47

کام کی تقسیم کا دائرہ کار: 47

اللہ اور اس کا رسول کیسے خوش ہوتے ہیں؟: 48

فرشتوں کو تسبیح: 48

خواتین کے بالوں کا شرعی حکم: 49

جب عورت گھر سے باہر نکلتی ہے: 49

شوہر کی دل بستگی: 49

بیان کا خلاصہ: 49

صراط مستقیم کورس کا اجراء 50

اتباعِ شریعت اور خواہشات کی قربانی 51

شانِ نزول اور شانِ ورود: 53

آیات مذکورہ کا شانِ نزول: 53

ام المومنین کی فراخ دلی: 53

والدین کی بے چینی: 54

تیرا نعم البدل نہیں کوئی: 54

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں: 54

خوشی بارضا بلا جبر واکراہ: 55

دنیا کی سب سے بڑی دولت...... غلامی رسول: 55
متبنیٰ (منہ بولا بیٹا): 55
قرآن کریم کا آفاقی حکم: 56
دکھ کا مداوا: 56
پیغام نکاح اور انکار: 57
فیصلہ خداوندی اور تسلیم ورضا: 57
اتباع شریعت اور ہمارے معاشرتی مسائل: 58
شادی بیاہ کی رسومات: 58
رب کے غصے کو دعوت دینا: 59
رب راضی تے سب راضی: 59
سب سے پیاری ہستی سے بے اعتنائی: 60
شرعی پردہ ضروری ہے: 60
شرعی پردہ کے معاشرتی فوائد: 60
خواہشات کی قربانی: 60
صرف مہر...... فاطمی ہونا کافی ہے؟ 61
دو اہم باتیں: 61
مسنون حق مہر: 62
کفو اور برابری کا مسئلہ: 62

پسند کی شادی مفاسد کا پیش خیمہ: 62
والدین کی خواہش کا احترام کریں: 63
والدین بھی توجہ فرمائیں: 63
عقد نکاح میں اہم چیزیں: 63
خاندانی برابری کو چھوڑنے کی گنجائش: 64
مزاج میں موافقت نہ ہو تو؟ 65
انسانی مزاج ایک طبعی معاملہ ہے: 65
طلاق کے عمل کا اجرا کیسے ہو؟ 65
تین طلاق کا جرم کبھی نہ کریں: 65
حلالہ کا عمل: 66
حلالہ کرنے اور کرانے پر لعنت: 66
اکٹھی تین طلاقیں نہ دی جائیں: 66
بوقت ضرورت طلاق رجعی: 66
عدت کیا ہے؟ 67
فسادِ معاشرہ کا اندیشہ: 67
منہ بولے بیٹے کے شرعی احکام: 67
فسادِ معاشرہ کی روک تھام: 68
حضرت زینب کا نکاحِ آسمانی: 68

لوگوں کے طعنے: 69

شرعی مسئلے پر عمل؟ 69

اللہ کا حکم ہو کر رہے گا: 69

حضرت زینب کی جداگانہ فضیلت: 70

برہ سے زینب.....نام کی تبدیلی: 70

پرواہ نہ چاہیے: 71

منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح: 71

نبی بے قصور ہوتا ہے: 71

ایک معاشرتی غلط فہمی: 72

معارف القرآن کا حوالہ: 72

کثرتِ ازواج اور ہماری شریعت: 72

اللہ ہی کافی ہے: 73

خلاصہ آیات مذکورہ: 73

قبر کا معاملہ: 73

سورۃ العصر اور انسانی معاشرہ 75

سورۃ العصر کا آسان ترجمہ: 76

غیر اللہ کی قسم کا شرعی حکم: 77

مروجہ غیر شرعی قسمیں: 77

قسم کی اقسام: 78

یمین لغو اور اس کا حکم: 78

یمین غموس اور اس کا حکم: 78

یمین منعقدہ اور اس کا حکم: 79

قسم کا کفارہ: 79

ناجائز کام پر قسم کا شرعی حکم: 80

اللہ تعالیٰ نے قسم کیوں اٹھائی؟: 80

اللہ تعالیٰ مکلف نہیں ہیں: 80

اللہ تعالیٰ کے قسم اٹھانے کی حکمت: 81

متاعِ وقت اور اس کی قدر: 81

زندگی اور لامحدود زندگی: 82

تربیت اولاد میں کوتاہیاں: 82

مارنے کی حدود: 83

ناراضگی کا اظہار: 83

پیار پلس مار: 83

رحمت کائنات کا تربیتی اصول: 84

بچپن کی تربیت: 84

بچپن اور مستانی جوانی: 85

ماں باپ تربیت کریں: 85

تربیت کے ساتھ دینی تعلیم: 85

چھوٹی عمر کی بچیاں اور تعلیمی ادارے: 86

روشن مستقبل کی تلاش: 86

ابدی زندگی کا نصاب: 87

مرکز اصلاح النساء میں: 87

کامیابی کا مدار: 88

بنیادی عقائد: 88

اللہ تعالیٰ کے متعلق چند عقائد: 89

بشریت انبیاء علیہم السلام: 90

صحابہ کرام معیار حق ہیں: 90

صحابہ کے بارے میں: 91

انبیاء معصوم ہیں: 91

سب صحابہ پاک ہیں: 92

خلفائے راشدین کی ترتیب: 92

ائمہ اربعہ اور امام اعظم: 93

اولیاء اللہ کو ماننا چاہیے: 93

بیعت کی اہمیت: 94

کرامات پر ایمان لانا: ____ 94

بدعات سے پرہیز: ____ 95

سنت پر عمل کی فضیلت: ____ 95

بنیادی اعمال: ____ 95

زیورات کی زکوٰۃ: ____ 95

زیور کا استعمال: ____ 96

پردے کا اہتمام: ____ 96

عمل سنت کے مطابق: ____ 97

دعوت والا کام ____ 97

تحمل، بردباری اور صبر: ____ 97

میری ”امی جان“ کے ایمان افروز جملے: ____ 98

خصوصیاتِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ____ 99

نبی اول نبی آخر: ____ 100

نبی کی تین امتیازی خصوصیات: ____ 101

ذات بھی معصوم، بات بھی معصوم: ____ 101

پہلی دلیل: ____ 102

دوسری دلیل: ____ 102

تیسری دلیل: ____ 102

سنی، حنفی، دیوبندی: 102
حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی جداگانہ فضیلت: 103
نبی کا عمل منشاء خداوندی ہوتا ہے: 103
محض اللہ کا حکم ہوتا ہے: 104
حفاظت خداوندی: 104
شرک اکبر و شرک اصغر: 105
مقام نبوت اور ذنب کا معنیٰ: 105
لفظ محبت کا معنیٰ بدل جاتا ہے: 106
عصمت انبیاء کی عقلی دلیل: 106
جسم اور روح کی دوا: 107
انسانی روح و جسم کے معالج: 107
نبی طبیب روحانی ہوتا ہے: 107
غلط عقیدے کی تردید: 108
حفاظت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم: 108
جسم اطہر کی حفاظت...... حکمت: 109
علمی نکتہ: 109
نور الدین زنگی کا واقعہ: 110
قبولیت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ: 110

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اطہر کا نام دین: ________ 111

نبی معصوم، جسم محفوظ: ________ 111

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم : ________ 112

عقیدہ حیات کا ثبوت: ________ 112

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نظریہ: ________ 113

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نظریہ: ________ 113

جواب بنے گا کیسے؟ ________ 113

کیفیت پر بحث نہیں: ________ 114

درود تحفہ ہے: ________ 114

ہدیہ دینے کے آداب: ________ 115

درود ملائکہ پہنچاتے ہیں: ________ 115

درود کے الفاظ اور طریقہ: ________ 115

روضہ رسول پر حاضری کے وقت: ________ 116

سلام کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں: ________ 116

اللہ تعالیٰ روح متوجہ فرماتے ہیں: ________ 116

عرضِ اعمال کا عقیدہ: ________ 117

درس کا خلاصہ: ________ 117

عقیدہ و عمل کی محنت: ________ 118

جشن نہیں؛ مشن: 118

وہ مقصد کیا ہے؟ 118

آخری گزارش: 119

کامیاب لوگوں کی صفات 120

مغفرت اور اجر: 122

پہلی صفت .... اسلام: 122

دوسری صفت .... ایمان: 122

ایمان اور اسلام: 122

اسلام...... حدیث جبرائیل کی روشنی میں: 123

اسلام کے پانچ ارکان: 123

ایمان...... حدیث جبرائیل کی روشنی میں: 124

ایمانیات کا تعین: 124

دعائے جنازہ میں: 124

اسلام اور ایمان میں فرق: 125

تیسری صفت ...... عبادت: 126

چوتھی صفت...... سچائی: 126

”توریہ“ کیا چیز ہے؟: 126

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ: 127

جھوٹ منافق کی علامت ہے: 128

پانچویں صفت...... صبر: 128

صبر کی تین اقسام: 128

1: صبر علی الطاعۃ: 128

2: صبر عن المعاصی: 129

3: صبر علی المصیبۃ: 130

صبر کا فقدان: 131

چھٹی صفت......... خشوع: 131

خوش لباسی کا نام تکبر نہیں: 131

ساتویں صفت...... صدقہ: 132

صدقے کا اہتمام: 132

آٹھویں صفت...... روزہ: 133

دسویں محرم کا روزہ: 133

مخالفتِ یہود کی نبوی تعلیم: 133

روافض کی خرافات میں شرکت کا شرعی حکم: 134

محرم کے دنوں میں لباس اور چندہ: 134

ہم زندہ وجاوید کا ماتم نہیں کرتے: 134

کالا کپڑا پہننے کیسا ہے؟ 135

ماہ محرم میں شادی بیاہ: 135

نویں صفت ...... عزت کی حفاظت: 135

زنا کے اسباب سے بچو: 136

دسویں صفت ...... کثرت سے اللہ کا ذکر: 136

کلمہ شریف، درود اور استغفار کی کثرت: 136

معمولات یومیہ کا اہتمام: 137

صحابہ اور صحابیات 139

کوہ صفا سے عالمگیر دعوت کی صدا: 141

صحابی کسے کہتے ہیں؟: 141

پہلا مسلمان کون ہے؟ .... مختلف آراء: 141

امام ابو حنیفہ کی رائے: 142

نبی کے سب سے زیادہ اعتماد یافتہ: 143

اعلان نبوت سے پہلے تجارت: 143

شعب ابی طالب میں ام المومنین کی رفاقت: 143

مال بھی فدا ...... جان بھی فدا: 144

نبی کو ام المومنین کی تسلی: 144

جبرائیل امین کی آمد: 144

اللہ مدد فرمائے گا: 145

صلح حدیبیہ کے وقت: 145

نبوت کی پریشانی......بشری تقاضا: 145

ام المومنین کی ہمدردی: 146

ام المومنین کا مفید مشورہ: 146

نبوت کی جانثار بیویاں......اور امی خدیجہ: 147

غزوہ بدر اور فدیہ کا مسئلہ: 147

ابو العاص کا فدیہ........ایک قیمتی ہار: 148

مجھے میری خدیجہ یاد آگئی: 148

نبوت کا امی خدیجہ کی سہیلیوں سے برتاؤ: 148

خدیجہ تو خدیجہ تھی: 149

گلشن دین کی آبیاری میں صحابیات کا کردار: 149

خادمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: 150

بڑوں کی خدمت اور آج کا معاشرہ: 150

خدمت رسول کا صلہ: 150

دعائیں کرانا اور دعائیں لینا: 151

بہو بیٹی؛ ساس ماں سے دعائیں لے: 151

دعائیں لینے کا طریقہ......خدمت: 151

دعائے نبوت کے ثمرات: 152

پہلی دعا: 152

دوسری دعا: 152

تیسری دعا: 152

جان مال کے بعد اولاد بھی قربان: 153

میرے بیٹے کو ڈھال بنالینا: 153

مرزائیوں قادیانیوں سے تعلقات حرام ہیں: 153

میں کٹوں کچھ اس ادا سے: 154

اسی دن کے لیے بیٹے کو دودھ پلا کر جوان کیا تھا: 154

خواتین اسلام کا تابندہ کردار: 155

ام حبیبہ کی ہجرت حبشہ: 155

ام حبیبہ ہادی دوعالم کے عقد میں: 156

بڑے نصیب کی بات ہے: 156

خال المسلمین امیر معاویہ: 156

ہم زلف نبی امیر معاویہ: 157

کاتبِ وحی، فقیہ اور رازدانِ نبوت: 157

امیر معاویہ جنتی ہے: 157

کونڈوں کی لعنت سے بچیں: 158

کونڈے کھانا حرام ہے: 158

کونڈے کھانا اور کھلانا دونوں حرام: 159
دعاؤں کا اہتمام کریں: 159
صراط مستقیم کورس برائے خواتین: 159
مرکز اصلاح النساء میں ووکیشنل سنٹر: 160
حفظ القرآن کی کلاسیں: 160
دین کا علم حاصل کریں: 160
خالق کا تعارف محبت اور حقوق 161
خالق، مالک اور موجد میں فرق: 162
اللہ تعالیٰ خالق ہیں: 163
انسان؛ اشیاء کا موجد ہے: 163
موجد کی ہدایات اور پابندی: 164
ملکیت ظاہری ہے اور محدود ہے: 164
ایک سادہ سی مثال: 164
اللہ تعالیٰ مالک حقیقی ہیں: 165
مالک حقیقی کی ہدایات: 165
بے اختیار آنسو اور ماتم: 165
رسول اللہ کی آنکھوں سے آنسو: 166
صحابہ کرام کا تعجب: 166

میرا ذاتی تجربہ: ________ 166

جب بیٹیوں کا نکاح ہو جائے: ________ 167

خوشی کے آنسو: ________ 167

جب صاحبزادی کی نسبت طے ہوئی: ________ 167

رسوم کا شریعت میں وجود نہیں: ________ 168

آنسو چھلک پڑے: ________ 168

ماتم، قتل اور خودکشی: ________ 168

اپنی ذلت بھی ناجائز ہے: ________ 169

ہماری عزت و ذلت کا مالک اللہ ہے: ________ 169

طیبِ نفس یعنی خوش دلی: ________ 169

اعضائے انسانی کا ضیاع اور ماتم: ________ 170

خودکشی کرنے والا کا جنازہ: ________ 170

جیسے اللہ کا حکم ہو: ________ 170

ہدایات کون دے سکتا ہے؟ ________ 170

مالک حقیقی کو ہدایات کا حق زیادہ ہے: ________ 171

شریعت کا حکم اچھا نہیں لگتا: ________ 171

الھدیٰ انٹرنیشنل کا فتنہ: ________ 171

میاں بیوی کو خوش کرنے کے شیطانی طریقے: ________ 172

داڑھی منڈا بد صورت کیسے ؟ ______ 172

سانپ آیا ہے، مر د بلاؤ: ______ 173

حس ختم یا بد بو ختم ؟: ______ 173

عزت نفس اور باہمی احترام ______ 175

دینی احکامات اور اس کے مخاطبین: ______ 177

تمسخر، عیب، برے القاب اور دل آزاری: ______ 177

بد گمانی، جاسوسی اور غیبت: ______ 178

مر دہ بھائی کا گوشت کھانا: ______ 178

تخلیق، خاندان و قبائل اور حقیقی عزت: ______ 178

تمسخر اور مذاق کی مختلف صورتیں: ______ 179

الزام تراشی اور بُرے القاب دینے کی ممانعت: ______ 179

آیت کا حاصل: ______ 179

عمرو بن شر حبیل کی حالت: ______ 180

عبد اللہ بن مسعود کی حالت: ______ 180

اللہ تعالی کی نگاہ قلوب مسلم پر: ______ 180

کسی کو کم نگاہ سے نہ دیکھ: ______ 181

عیب جوئی کا مرض: ______ 181

اپنا قتل اور اپنے عیب؟ ______ 181

لوگوں کی آنکھیں اور تمہارے عیب: 182

میں عیب کیوں نکالوں؟: 182

چشم پوشی سے کام لیں: 182

تین انگلیاں کیا کہتی ہیں؟: 182

پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر 183

اللہ کی ناراضگی کا سبب: 183

وہ ناراض ہوتا ہے؟: 184

آیت کی تفسیر عبد اللہ بن عباس سے: 184

توبہ کے بعد طعنہ دینا: 184

گناہ پر عار دلانا: 185

چھوٹو میاں .... وغیرہ: 185

گنجائش کا ثبوت: 186

محض پہچان مقصود ہو تو: 186

نبوت کے عطا کردہ القاب: 186

خلاصہ آیت: 187

گمان سے بچو! مگر کون سا گمان؟: 187

بعض گمان گناہ ہوتے ہیں: 188

گمان کی چار اقسام: 188

حرام گمان کون سا ہے؟: 188

بندے کے گمان کے مطابق: 189

نیک لوگوں سے بدگمانی: 189

گواہی پر عمل کرنا: 189

سمت قبلہ متعین کرنے میں ظن غالب: 190

ضائع شدہ چیز کی قیمت میں ظن غالب: 190

ظن مباح اور جائز: 190

روزمرہ کے مسائل میں ظن کا اعتبار: 190

بدگمانی کے بجائے حسن ظن: 191

جاسوسی سے بچنا چاہیے: 191

عیب تلاش مت کیا کرو: 192

جاسوسی کی صورتیں اور گنجائش: 192

غیبت بہت سخت گناہ ہے: 192

کسی میں عیب تلاش کرنے کی ممانعت: 193

غیبت اور بہتان: 193

غیبت سننے کا گناہ: 194

اللہ والے کی حالت: 194

غیبت کرنا اور سننا دونوں گناہ ہیں: 194

غیبت کرنے والوں کی سزا: 195

غیبت؛ زنا سے زیادہ سخت گناہ کیسے ہے؟: 195

غیبت سے توبہ اور معافی: 195

غیبت کا تعلق حقوق اللہ اور حقوق العباد سے: 195

کافر اور مجنون کی غیبت: 196

اشاروں سے غیبت: 196

مسئلہ پوچھنا غیبت نہیں: 196

قرض دار اور قرض خواہ کی غیبت: 196

خلاصہ بیان: 197

مساوات وبرابری کا درس: 197

فتح مکہ کے دن حکم آیا: 198

کالے گورے رنگ کی برتری کچھ نہیں: 198

دو قسم کے لوگ: 198

معزز افراد اور ذلیل لوگ: 199

ہماری دعا ہے: 199

خواتین کا تربیتی ادارہ: 199

اہل السنت والجماعت ……… آقا کی عطا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِینُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ، وَنَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ۔ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ ، وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ أَنْ لاَ إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُولُہٗ ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ ۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْہٌ فَأَمَّا الَّذِیْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْھُھُمْ أَکَفَرْتُمْ بَعْدَ إِیْمَانِکُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا کُنْتُمْ تَکْفُرُوْنَ O وَأَمَّا الَّذِیْنَ ابْیَضَّتْ وُجُوْھُھُمْ فَفِیْ رَحْمَۃِ اللّٰہِ ھُمْ فِیْھَا خَالِدُوْنَ O تِلْکَ آیَاتُ اللّٰہِ نَتْلُوْھَا عَلَیْکَ بِالْحَقِّ وَمَا اللّٰہُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعَالَمِیْنَ O صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ۔ (سورۃ آل عمران: 106، 107، 108)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

میری نہایت واجب الاحترام ماؤو، بہنو اور بیٹیو! میں نے آپ کے سامنے پارہ نمبر 4 سورۃ آل عمران کی تین آیات تلاوت کی ہیں ان آیات کی روشنی میں آپ کی خدمت میں دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں:

1) ہمارا نام کیا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عطا فرمایا ہے؟

2) ہمارا کام کیا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عطا فرمایا ہے؟

عقیدہ ختم نبوت:

ہم مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کائنات میں آخری پیغمبر، آخری نبی، آخری رسول ہیں اور آپ کے بعد اب قیامت تک کوئی نبی پیدا نہیں ہو گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دنیا میں تشریف لائیں گے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگرچہ نبی ہوں گے لیکن ان کا آنا بطور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہونے کا ہو گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت:

اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے ایک صوبے کا گورنر موجود ہو اور حکومت اس کو کسی انتظامی امور کے سنبھالنے کیلئے کسی دوسرے صوبے میں بھیج دے۔ اب جب وہ شخص جب کسی دوسرے صوبے میں جاتا ہے کام کرنے کیلئے تو اسے پہلے صوبے کی گورنری سے معزول نہیں کیا گیا بلکہ اس کو ایک اضافی ذمہ داری دے دی گئی ہے۔ بالکل اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت تا قیامت باقی رہے گی لیکن اضافی ذمہ داری ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی، خلیفہ اور وارث ہونے کی مل جائے گی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث ہونے کی حیثیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس امت میں کام کریں گے لیکن اس امت میں نبی ہونے کی حیثیت سے نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کی حیثیت سے کام کریں گے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آئیں گے تو اس امت کے نبی بن کر نہیں، تو بتاؤ کسی اور کے بارے میں کیا تصور کیا جا سکتا ہے کہ کوئی اور نبی ہو سکتا ہے؟

اگر کوئی نبی ہوتا تو............:

اس لیے ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی

بناتے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نبی بنادیتے اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا ارشاد ہے: ”لو كان بعدی نبی لكان عمر بن الخطاب“

(جامع الترمذی: باب فی مناقب عمر)

اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو حضرت عمر بن خطاب ہوتے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی نہیں بنے تو اس کا معنیٰ ہے کہ اللہ کسی اور کو نبوت ہر گز عطا نہیں کریں گے۔

صدیق اکبر کا تذکرہ نہ فرمانے کی حکمت:

بعض حضرات کو ایک علمی اشکال ہوتا ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑا مقام ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمانا چاہیے تھا: ”لو كان بعدی نبی لكان ابو بكر“ کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو ابو بکر ہوتے۔ لیکن ایسا نہیں فرمایا بلکہ فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہوتے۔ اس سے بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ شاید حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا مقام کم ہے اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام زیادہ ہے، حالانکہ یہ بات قطعاً غلط ہے۔

بشیر و نذیر والی صفات:

پوری امت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑا مقام اور مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے، جس کی کئی وجہ ہیں۔ تو سوال یہ ہوتا ہے کہ اس حدیث مبارک کا کیا مطلب ہے؟ انبیاء علیہم السلام کی ترتیب پر غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ نبی جب آتے ہیں تو ”بشیر“ و ”نذیر“ دو صفتوں کے ساتھ آتے ہیں اور عموماً صفت ”بشیر“ میں صفت ”رحم“ کا مادہ غالب ہوتا ہے۔ یعنی محبتیں اور شفقتیں، اور صفت ”نذیر“ میں ڈرانے کا مادہ غالب ہوتا ہے۔ تو ”بشیر“ وہی ہوتا ہے

جس میں جمال کی صفتوں کا غلبہ ہو اور "نذیر" وہ ہوتا ہے جس میں جلال کی صفتوں کا غلبہ ہو تبھی ڈرائے گا، ورنہ ڈرائے گا کیسے؟

جلالی اور جمالی مزاج:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نبی ہیں اور ان سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہیں اور ان سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مزاج مبارک نہایت جلالی تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مزاج مبارک نہایت جمالی تھا، تو جلالی پیغمبر کے بعد اللہ نے جمالی نبی کو بھیجا۔

آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر جمال کا غلبہ:

حضور کے مزاج مبارک میں جمال کا غلبہ تھا۔ اب اس کے بعد اگر کوئی نبی آتا تو وہ جمال والا نہیں آنا تھا بلکہ جلال والا آنا تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جمال کا غلبہ ہے۔ اب اگر نبی ہوتا تو جلال کے غلبہ والا ہوتا تو وصف جلال کا غلبہ حضرت سیدنا عمر بن الخطاب میں ہے اور وصف جمال کا غلبہ حضرت سیدنا ابو بکر صدیق میں ہے۔ اس لئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہوتے کیوں؟ اس لیے کہ اب باری جلال کی ہے، جمال کی نہیں اور جلال کا غلبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر نہیں بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں ہے۔ لہٰذا اس کا یہ معنیٰ ہرگز نہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلافت کے مستحق نہیں تھے یا ان کا مقام حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کم ہے۔

جسمانی اور روحانی رشتہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب نبی تو آئے گا نہیں، پھر امت کی تعلیم، امت کی ترتیب کیسی چلے گی؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کو نام بھی

عطا فرما دیا اور کام بھی عطا فرما دیا۔ ہمارے دو رشتے ہیں ایک اپنی ماں اور باپ سے ہے اور ایک رشتہ اپنے پیغمبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے۔ ماں اور باپ کے ساتھ رشتہ ہمارا نسب اور خون کا ہے، پیغمبر کے ساتھ ہمارا رشتہ ایمان کا ہے۔ یہاں رشتہ ہے خون والا اور جسم والا ہے، وہاں رشتہ ایمان والا اور روح والا ہے۔

توجب ہمارا تعلق والدین سے خونی اور جسمانی ہے تو والدین ایک نام رکھتے ہیں کہ ہمارا بیٹے کا نام یہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا رشتہ ایمانی اور روحانی ہے۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی نام رکھتے ہیں کہ میری امت کا یہ نام ہے۔ تو ایک رشتہ والدین سے ہے جو جسمانی اور خونی ہے۔ تو ایک نام والدین نے دیا ہے اور ایک رشتہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی اور ایمانی ہے تو ایک نام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے۔

روحانی باپ اور روحانی مائیں:

جس طرح ہمارے نسبی ماں اور باپ ہیں اسی طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے روحانی باپ اور آپ کی ازواج مطہرات ہماری روحانی مائیں ہیں۔ قرآن کریم کا فیصلہ ہے کہ پیغمبر کی بیویاں امت کی مائیں ہوتی ہیں: وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ.

نبی ہمارے باپ کیسے؟:

نبی ہمارے باپ کیسے ہیں اور نبی کی بیویاں ہماری مائیں کیسی ہیں؟ ہمارا والد جس کی وجہ سے ہمیں اللہ نے ماں کے پیٹ سے جنم دیا وہ ہمارا باپ ہے یہ تو ہر بندہ کو سمجھ آتا ہے کہ چونکہ ماں اور باپ کی ملاقات کی وجہ سے اولاد کو وجود ملا ہے تو یہ بیٹا ان دونوں کے وجود کا حصہ ہے اس لیے اس کو ماں اور باپ کا بیٹا کہتے ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے باپ کیسے ہیں؟ ہم نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے نبی ہیں اور ہم امتی ہیں۔ ایک ہوتا

ہے کلمہ پڑھنے والا اور ایک ہوتا ہے جس کا کلمہ پڑھا جائے۔ کلمہ پڑھنے والا کا ایمان بھی ہوتا ہے اور جس کا کلمہ پڑھا جائے اس کا ایمان بھی ہوتا ہے۔

اصل اور نسل کا فرق:

دونوں ایمانوں میں فرق کیا ہے؟ جس کا کلمہ پڑھیں اُس کا ایمان اصل ہوتا ہے اور جو کلمہ پڑھتا ہے اِس کا ایمان نسل ہوتا ہے۔ کیوں؟ اِس کا ایمان اُس کے ایمان سے نکلتا ہے جس کا کلمہ پڑھیں۔ اگر اُس کا ایمان نہ ہوتا یہ بتائیں اِس کا ایمان کیسے ہوتا؟ اس لئے نبی کا ایمان اصل ہوتا ہے اور امتی کا ایمان نسل ہوتا ہے۔ اصل کو "باپ" کہتے ہیں اور نسل کو "اولاد" کہتے ہیں۔ تو گویا نبی کا ایمان یہ اصل ہے جو باپ کی حیثیت رکھتا ہے اور امتی کا ایمان نسل ہوتا ہے جو اولاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیے نبی کی حیثیت باپ کی ہوتی ہے اور امتی کی حیثیت اولاد کی ہوتی ہے۔ جب نبی کی حیثیت باپ کی ہے تو نبی کی بیوی کی حیثیت ماں کی ہے۔

جسمانی، روحانی تعلق اور نسبت:

اس لیے ہم کہتے ہیں ہمارا ماں اور باپ سے تعلق جسمانی اور خونی ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمارا تعلق روحانی اور ایمانی ہے۔ تو ماں باپ نے وہ نام دیا جو ہمارے جسم اور خون والا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ نام دیا ہے جو روح اور ایمان والا ہے۔ ماں باپ نے نام کیا دیا۔ اگر میرا نام "محمد الیاس" ہے تو میری ماں اور باپ نے رکھا ہے۔ کسی سے پوچھ کے رکھا ہے یا اپنی مرضی سے رکھا ہے لیکن ہمارا جو نام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے وہ نام "اہل السنۃ والجماعۃ" ہے۔

اس لیے میں کہہ رہا تھا کہ ہمارا نام "اہل السنت والجماعت" اللہ کے نبی نے ہمیں دیا ہے۔ ایک تو اس کا اس آیت کریمہ میں تذکرہ ہے جو میں نے تلاوت کی ہے اور ایک اس کا تذکرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک میں ہے جو میں ابھی

آپ کے سامنے پیش کروں گا۔

آیات کریمہ کی روح:

قرآن کریم کی آیت کا ترجمہ سمجھیں، فرمایا:﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ﴾ اس دن کو بھی یاد رکھو کہ جس دن بعض چہرے سفید اور بعض چہرے سیاہ ہوں گے۔ ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ﴾ جن کے چہرے قیامت کے دن سیاہ ہوں گے، انہیں کہا جائے گا کہ:﴿أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾ کیا ایمان کے آجانے کے بعد تم نے کفر کیا تھا؟ یعنی پہلے تم ایک بات کو مانتے ہو پھر اس بات کا انکار کرتے ہو؟ ﴿فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ﴾ اس انکار کرنے کی وجہ سے آج تم دردناک عذاب کو چکھو۔ ﴿وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ﴾ اور جن کے چہرے سفید ہوں گے وہ اللہ کی رحمت یعنی اللہ کی بنائی ہوئی جنت میں ہوں گے۔ رحمت میں بہت ساری چیزیں شامل ہیں مثلاً اللہ کے عرش کے سائے کے نیچے ہوں گے حوض کوثر کا پانی ان کو ملے گا، پیغمبر کی سفارش اور شفاعت ان کو ملے گی۔ ﴿هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ یہ اللہ کی رحمت یعنی جنت میں جائیں گے اور پھر اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿تِلْكَ آيَاتُ اللَّهِ نَتْلُوهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ﴾ اے میرے پیغمبر! یہ اللہ کی آیات ہیں جو ہم آپ کو ٹھیک ٹھیک پڑھ کر سنا رہے ہیں۔ ﴿وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعَالَمِينَ﴾ اللہ جہاں والوں پر کسی قسم کا بھی ظلم نہیں فرماتے، یعنی بلا سبب اور وجہ کے کسی بندے کو جہنم میں نہیں بھیجتے بلکہ جب بندہ کرتوت جہنمیوں والے کرتا ہے تو اللہ اسے جہنم میں بھیج دیتے ہیں، اور جب اعمال اہل جنت والے کرتا ہے تو اللہ اس کو جنت میں بھیج دیتے ہیں۔

ہمارا نام ”اہل السنت والجماعت“ ہے:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:
تبیض وجوہ أهل السنة والجماعة وتسود وجوہ أهل البدع والضلالة.

(در منثور: ج2 ص291)

کہ جن کے چہرے سفید ہوں گے وہ ”اہل السنۃ والجماعۃ“ ہوں گے اور جن کے چہرے سیاہ ہیں یہ کون ہوں گے یہ اہل بدعت وضلالت ہوں گے۔

سفید وسیاہ چہرے:

حدیث مبارک میں ہے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ اور فرمایا: تبیض وجوہ أهل الجماعات والسنة وتسود وجوہ أهل البدع والأهواء. (تفسیر الدر المنثور: ج2 ص291)

کہ جن کے چہرے سفید ہیں یہ اہل الجماعات والسنۃ یعنی اہل السنۃ والجماعۃ ہوں گے اور جن کے چہرے سیاہ ہیں یہ کون ہوں گے یہ اہل بدعت اور خواہش پرست لوگ ہوں گے۔

ہمارا جنتی نام:

پتہ یہ چلا کہ ہمارا جنتی نام ”اہل السنۃ والجماعۃ“ ہے اور منکرین کا جہنمی نام ”اہل البدعۃ والضلالۃ“ ہے، تو ہم اہل السنت والجماعت ہیں اہل بدعت نہیں ہیں۔

اعمالِ نبوی کی چار اقسام:

اس لیے ایک بات سمجھیں کہ ”سنت“ کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں چار قسم کے اعمال فرمائے ہیں۔

پہلی قسم .... قبل از نبوت:

ایک عمل اللہ کے نبی کا وہ ہے جو آپ نے اپنی 40 سالہ عمر میں کیا ہے، جب آپ کو "محمد بن عبد اللہ" کہا جاتا تھا۔ ایک تو عمر یہ ہے۔ اس کے بعد تین قسم کے اعمال وہ ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس سال کی عمر کے بعد، وحی آجانے کے بعد، جبرئیل امین کے اترنے کے بعد اور اعلان نبوت کے بعد اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں۔ وہ اعمال تین قسم کے ہیں۔

دوسری قسم .... بیانِ جواز:

ان میں سے ایک عمل وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور وہ کسی خاص عذر کی وجہ سے کیا ہے، مستقل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک نہیں تھی جیسا صحیح بخاری میں روایت موجود ہے: لَقَدْ أَتَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا. (صحیح البخاری: باب الوقوف والبول عند سباطۃ قوم)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے باہر ایک کوڑی پر تشریف لائے اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

عذر اور مجبوری الگ چیز ہے:

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ نہیں تھی بلکہ آپ کا عذر تھا جس کی وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ ایک عذر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے مبارک میں کوئی تکلیف ہو جس کی وجہ بیٹھنا مشکل تھا اور یہ بھی عذر ہو سکتا ہے کہ جگہ مناسب نہیں تھی کہ اگر وہاں بیٹھ کر پیشاب کرتے تو چھینٹوں کا خطرہ ہے۔

ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے جسے علماء کی زبان میں کہتے ہیں: بیان جواز کیلئے کام

کرنا، کہ عام حالات میں کام کرنا ٹھیک نہیں ہوتا اگر ضرورت ہو تو ٹھیک ہوتا ہے۔ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی ایسا عمل فرما دیتے تھے یہ بتانے کیلئے کہ ضرورت ہو تو اس کی گنجائش ہے۔ اسے کہتے ہیں کہ یہ عمل اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیانِ جواز کیلئے فرمایا۔ اس کی آج کے دور میں کیا ضرورت پیش آسکتی ہے؟

گنجائش اور رخصت اور آج کا زمانہ:

ذرا آج سے بیس، پچیس سال پہلے سوچیں جب یہ ٹائلٹ اور بیت الخلاء موجود نہیں تھے۔ اگر بارش مسلسل ایک ہفتہ برسے اور کوئی بندہ باہر پیشاب کرنے کیلئے جائے اور وہاں کوئی ایسی جگہ نہ ملے جہاں پیشاب بیٹھ کر کرے، اس کیلئے اب کوئی صورت نہیں ہے سوائے اس کے کہ بندہ کھڑا ہو کر پیشاب کر لے، یہ اس کیلئے عذر ہے نا، اب ایسا عذر پیش آسکتا تھا تو بندہ کے ذہن میں الجھن آتی کہ میں یہ عمل کیسے کروں جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ ایسا عمل کروا دیتے ہیں تاکہ امت کو پتہ چلے کہ ضرورت ہو تو پھر اس کی گنجائش موجود ہے۔

کھڑے ہو کر پیشاب کرنا:

آج کے دور میں اس کی سب سے آسان مثال کیا ہے۔ ائیر پورٹ پہ گئے ہیں، فلائیٹ کا ٹائم طے شدہ ہے اور فلائیٹ کلوز ہونے والی ہے اگر بیت الخلاء میں گئے ہیں پیشاب کیلئے تو وہاں دو قسم کے بیت الخلاء ہوتے ہیں؛ ایک وہ جن کے سامنے دروازے لگے ہیں اور وہاں ٹائلٹ بنا ہوتا ہے، ایک ان کے باہر ایسے ہوتے ہیں جہاں دروازے تو لگے نہیں ہوتے لیکن وہاں پیشاب کرنے کی جگہ ہوتی ہے اور کھڑے ہو کر پیشاب کرنا پڑتا ہے۔

اب رش موجود ہے یا بیت الخلاء میں کوئی بندہ موجود ہے یا فلائیٹ کی کلوزنگ

کا وقت ہے کہ فلائیٹ بند ہو جائی گی۔ اگر یہ بندہ بیت الخلاء میں جاتا ہے تو فلائیٹ جاتی ہے اور اگر بیت الخلاء میں نہیں جاتا تو پھر کپڑے ناپاک ہونے کا خطرہ ہے، اب اس کا حل کیا ہے؟ جلدی جلدی یہ جائے اور کھڑے ہو کر دو چار منٹ میں پیشاب کیا اور یہ نکل جاتا ہے، بظاہر تو بندہ سمجھتا ہے کہ اس کو ایسا کام نہیں کرنا چاہیئے لیکن عذر ایسا ہے کہ نہیں کرے گا تو مشکلات کا شکار ہو گا۔

بوقت ضرورت گنجائش ہے:

اب یہ صورت ایسی موجود ہے کہ جو بندہ کو پیش آسکتی ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار ایسا عمل فرما دیا تا کہ امت کو پتہ چلے کہ ضرورت ہو تو گنجائش موجود ہے، اسے کہتے ہیں کہ بیانِ جواز کیلئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کام فرمایا۔

بیٹھ کر نوافل کی ادائیگی:

اس کی ایک مثال اور سمجھیں جیسے کھڑے ہو کر نفل پڑھیں تو ثواب پورا ملتا ہے، بیٹھ کر نفل پڑھیں تو ثواب آدھا ملتا ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی بار بیٹھ کر نفل پڑھے ہیں۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 746، وغیرہ)

وہ اس لیے بیٹھ کر نفل نہیں پڑھے کہ ثواب ادھورا یعنی آدھا ملتا ہے بلکہ اس لیے پڑھی ہیں کہ امت اگر بیٹھ کر نفل پڑھنا چاہے تو ان کیلئے گنجائش موجود ہے۔ تو اللہ کے نبی کو ایسے عمل پہ ثواب آدھا نہیں ثواب پورا ہی ملتا ہے، ایک ثواب ملتا ہے نفل پڑھنے پہ اور ایک ثواب ملتا ہے اس لیے کہ امت کی تعلیم کیلئے پڑھا ہے۔ تو نبی کو پھر بھی ثواب پورا ملتا ہے تو اعمال کی ایک قسم وہ ہوئی جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے لیکن ضرورت کے تحت فرمائی ہے ضرورت کے کوئی خاص عذر تھا۔

تیسری قسم......... خصوصیتِ نبوی:

بعض اعمال نبی نے ایسے فرمائے ہیں جو اللہ کے نبی کے ساتھ خاص ہیں، امت کیلئے ان اعمال کا کرنا جائز نہیں۔ جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ نکاح مبارک فرمائے ہیں، بیک وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو بیویاں نکاح میں رکھی ہیں اور امت کیلئے چار سے زیادہ بیویاں نکاح میں رکھنا جائز نہیں۔ اگر عدل و انصاف نہ کر سکتا ہو تو ایک سے زائد بھی جائز نہیں ہے، اگر عدل وانصاف کر سکے تو چار رکھ سکتا ہے اور چار سے زائد کی تو گنجائش نہیں ہے۔

احکام میں تبدیلی:

اب دیکھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک موجود ہے لیکن یہ عمل اللہ کے نبی کے ساتھ خاص ہے اور امت کے لیے اس میں کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ یہ اعمال وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے ہیں لیکن بعد میں آپ نے ترک فرمادیے۔

پہلی مثال:

جیسے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا. (صحیح مسلم: رقم الحدیث 977)

پہلے میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب اجازت ہے۔

دوسری مثال:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو 16 یا 17 ماہ نماز پڑھی ہے اور منہ بیت المقدس کی طرف فرمایا ہے۔ حکم بدل گیا تو منہ کعبہ کی طرف کر لیا ہے۔ (جامع الترمذی: باب ما جاء فی ابتداء القبلۃ)

تو پہلے حکم پر عمل کرنا چھوڑ دیا۔

تیسری مثال:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے، نماز پڑھتے تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نماز میں رکوع کو جاتے اور رکوع سے اٹھتے رفع یدین کرتے تھے بعد میں چھوڑ دیا ہے۔ (اخبار الفقہاء والمحدثین: ص214، وغیرہ)

چوتھی مثال:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پہلے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے، بعد میں چھوڑ دی ہے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم الرزی ج4 ص259 رقم9493)

تو اعمال کی یہ تین قسمیں ہو گئیں:

1) ایک عمل وہ ہے جو ابتدائی چالیس سالہ زندگی کے دوران کیا ہے۔

2) وہ عمل جو بیانِ جواز کے لیے فرمایا ہے۔

3) وہ عمل جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ خاص ہو۔

ان اعمال کو ”سنت“ نہیں کہتے بلکہ ان اعمال کو ”حدیث“ کہتے ہیں۔

چوتھی قسم......... مسنون عمل:

تو سنت کون سا عمل ہو گا؟ سنت اس عمل کا نام ہے جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو اور چالیس سال کی عمر کے بعد فرمایا ہو، مستقل فرمایا ہو، بطور عادت کے فرمایا ہو، اور وہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہ ہو بلکہ اسے امت کیلئے فرمایا ہو، تو اس عمل کو ”سنت“ کہتے ہیں۔

اہل السنت والجماعت کون؟

تو اہل السنت وہ ہوتا ہے جو نبی کے سنت اعمال کو لے کر چلے، یہ اہل سنت

ہے۔ آگے جب ہم کہتے ہیں کہ ہم ”اہل السنت والجماعت“ ہیں تو اس میں ”والجماعت“ سے مراد ”جماعتِ صحابہ“ ہے۔ کون سا عمل سنت بنتا ہے کون سا نہیں بنتا، یہ کون بتائے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بتائیں گے، جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وقت گزارا ہے۔ اگر وہ نہ بتائیں تو آدمی کو پتہ چل ہی نہیں سکتا۔ اس لیے ہمارا نام ”اہل السنت والجماعت“ ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو لیتے ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھ کر لیتے ہیں۔

فتنوں کی پیشین گوئی؟:

اسی طرح حدیث مبارک میں ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیأتين على أمتی ما أتى على بنی إسرائيل حذو النعل بالنعل حتى إن كان منهم من أتى أمه علانية لكان فی أمتی من يصنع ذلك وإن بنی إسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة وتفترق أمتی على ثلاث وسبعين ملة كلهم فی النار إلا ملة واحدة قالوا ومن هی یا رسول الله قال ما أنا عليه وأصحابی۔

(جامع الترمذی: باب ما جاء فی افتراق الامۃ)

کہ میری امت پر وہ حالات آئیں گے جو حالات بنی اسرائیل پر آئے ہیں یعنی میری امت بنی اسرائیل کے نقش قدم پر چلے گی۔

”بنی اسرائیل“ کون؟

یہ ”بنی اسرائیل“ کیا ہے؟ اس لفظ کو ذرا سمجھیں۔ ایک لفظ ہے ”اسرا“ اور ایک ہے ”ئیل“۔ اسرا کا معنیٰ ”عبد“ ہوتا ہے، ”ئیل“ کا معنیٰ ”اللہ“ ہوتا ہے۔

اسرائیل کا معنٰی ہے عبد اللہ۔ حضرت یعقوب علیہ السلام جو حضرت یوسف علیہ السلام کے والد محترم تھے، ان کا نام یعقوب تھا اور لقب ان کا اسرائیل تھا یعنی اللہ کا بندہ۔ ان کے بارہ بیٹے تھے، ان بارہ بیٹوں سے جو آگے ان کی نسل چلی ہے تو اس اولاد کو کہتے ہیں: بنو اسرائیل۔ (التفسیر المظہری: ج 1، ص:60)

"ابن" کا معنٰی "بیٹا" اور "بنون" معنٰی "بیٹے" ہوتا ہے۔ تو بنی اسرائیل کا معنٰی ہوا یعقوب علیہ السلام کی اولاد۔ یعقوب علیہ السلام کے بڑے بیٹے کا نام یہودا تھا اور سب سے چھوٹے بیٹے کا نام بنیامین تھا۔ ان کی دو بیویاں تھیں، ایک سے یوسف اور بنیامین تھے اور دوسری سے ان کے باقی دس بیٹے تھے۔

امت محمدیہ؛ بنی اسرائیل کے نقشِ قدم پر:

تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میری امت پر وہ حالات آئیں گے جو بنی اسرائیل پر آئے تھے، یہ ان کے نقش قدم پر چلے گی۔ وہ کیسے چلے گی؟ فرمایا: حتی إن كان منهم من أتى أمه علانية لكان في أمتي من يصنع ذلك اگر بنی اسرائیل میں کوئی ایسا بد بخت گزرا ہے جس نے اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کیا تو میری امت میں بھی ایسا آئے گا جو اپنی ماں کے ساتھ منہ کالا کرے گا-العیاذ باللہ-

73 فرقے اور نجات پانے والا گروہ:

آگے اللہ کے نبی فرمانے لگے: وإن بني إسرائيل تفرقت على ثنتين وسبعين ملة بنی اسرائیل میں 72 فرقے ہو گئے تھے، وتفترق أمتي على ثلاث وسبعين ملة . میری امت کے 73 فرقے ہو جائیں گے۔ كلهم في النار إلا ملة واحدة. ان میں ایک کے علاوہ باقی سارے جہنم میں جائیں گے۔

فرقہ واریت پھیل جائے گی:

اب دیکھئے کتنے مشکل حالات ہوں گے؟ بنی اسرائیل کے نقش قدم پر چلیں گے اور ان کی اخلاقی زندگی اتنی گندی ہو گی کہ اپنی ماں کے ساتھ بھی برے افعال کرنے سے باز نہیں آئیں گے اور ان کی علمی سطح اتنی گندی ہو گی کہ فرقوں میں بٹ جائیں گے۔

امت کا کیا بنے گا؟:

تو آدمی سوچتا ہے: یا اللہ! اس موقع پر امت کا کیا بنے گا؟ جب اعمال کی بھی پستی ہو گی اور علم کے بھی پستی ہو گی، اب کیا بنے گا؟ تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا: **ومن هي يا رسول الله؟**

نجات پانے کا طریقہ کیا ہے؟:

کہ اللہ کے رسول! وہ کون سا گروہ ہو گا جو جنتی ہو گا؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **ما أنا عليه وأصحابي.** کہ جو میری سنت پہ میرے صحابہ سے پوچھ کر چلے گا ایسا آدمی جنت میں جانے والا ہو گا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تعلیمات:

تو جو اللہ کے نبی کی سنت صحابہ سے پوچھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحابہ سے پوچھے، نبی کا دین صحابہ سے پوچھ کر چلے اسے کہتے ہیں: اہل السنت والجماعت۔ تو اہل السنت و الجماعت اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نام دیا ہے۔ اس نام کا معنیٰ ہو گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلنے والے صحابہ سے پوچھ کر۔ اس لیے تمام مائیں، بہنیں اور بیٹیاں ذہن نشین کر لیں کہ اگر کوئی بندہ آپ سے پوچھے تم کون ہو؟ تو تم کہا کرو: ہم اہل السنت والجماعت ہیں۔

سنت کی اطاعت؛ فہم صحابہ کی روشنی میں:

تھوڑی سی بات میں اور عرض کر دیتا ہوں اس کو ذہن نشین فرمالیں۔ ہم اہل السنت والجماعت ہیں، سنت نبی کی لیتے ہیں اور اس کا فہم؛ نبی کے صحابہ سے لیتے ہیں یعنی سمجھتے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے ہیں۔

تقلید امام اعظم ابو حنیفہ کی:

اگلا مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے میدان جہاد اور جنگوں میں زندگیاں گزار دی ہیں اور پورا دین لکھنے کا موقع نہیں ملا، اللہ تعالیٰ نے امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کو پیدا فرمایا، انہوں نے سارے دین کو جمع کر کے امت کے حوالے کر دیا ہے۔ تو دنیا میں امام تو کئی گزرے ہیں لیکن صحابہ کے بعد سب سے بڑے امام ”امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت“ ہیں۔ ان کا نام ”نعمان بن ثابت“ تھا، کنیت ”ابو حنیفہ“ تھی اور لقب ”امام اعظم“ تھا۔

”حنیفہ“ اور ایک غلط فہمی کا ازالہ:

ایک بات مردوں میں مشہور ہے اور خصوصاً عورتوں میں یہ بات بڑی مشہور ہے کہ ان کو ”ابو حنیفہ“ اس لیے کہتے ہیں کہ ان کی بیٹی کا نام ”حنیفہ“ تھا۔ یہ میں نے خود بچپن میں عورتوں سے سنا ہے کہ بعض عورتیں کہتیں: امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے پاس ایک عورت مسئلہ پوچھنے کیلئے آئی اور کہا کہ ہمیں ایک مسئلہ سمجھائیں۔

امام صاحب نے فرمایا: وہ کیا؟ اس نے کہا: ہمیں مسئلہ یہ بتائیں کہ ایک مرد چار عورتوں سے نکاح کر سکتا ہے، ایک عورت چار خاوند کیوں نہیں کر سکتی؟ تو کہتے ہیں: جی، امام صاحب کی بیٹی کھڑی تھی، اس نے کہا: جی، میں اس مسئلہ کا جواب دیتی ہوں لیکن میری شرط یہ ہے کہ آپ کی کنیت ”ابو حنیفہ“ چلے گی۔ فرمایا: تو بتا دے۔

اس لڑکی نے کہا: دیکھو! تم ایسا کرو کہ ایک گلاس خالی لے لو، اس میں چار عورتوں کا تھوڑا تھوڑا دودھ نکال کے لاؤ۔ وہ تھوڑا تھوڑا دودھ نکال کے اس کے اندر لے آئیں۔ اس نے کہا: اب اس میں سے ہر عورت اپنا اپنا دودھ الگ الگ کرے۔ ان عورتوں نے کہا: یہ دودھ الگ الگ نہیں کر سکتیں۔ تو اس لڑکی نے کہا: دیکھو جس طرح چار عورتیں اپنا دودھ الگ الگ نہیں کر سکتیں اگر ایک عورت کے چار شوہر ہوں گے اور چار شوہر ایک عورت کے پاس جائیں گے تو جو بچہ پیدا ہو گا وہ کس شوہر کا ہو گا؟ انہوں نے کہا: ہم تو فیصلہ نہیں کر سکتیں۔

اب لڑکی نے کہا: جس طرح چار عورتوں کا دودھ ایک گلاس میں ہو تو یہ فیصلہ نہیں ہو سکتا کہ کتنا دودھ کس کا ہے اور کون سا ہے؟ اسی طرح اگر چار شوہروں کی ایک بیوی ہو گی تو پیدا ہونے والی اولاد کا فیصلہ مشکل ہو گا کہ یہ اولاد کس کی ہے؟ تو اس دن سے امام صاحب کا نام "ابو حنیفہ" رکھ دیا گیا۔ یہ واقعہ بالکل غلط ہے اور بالکل بے سند ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

ابو حنیفہ کا معنیٰ:

اس لیے یہ بات ذہن نشین فرمالیں کہ امام صاحب کو امام ابو حنیفہ اس لیے نہیں کہتے کہ ان کی بیٹی کا نام حنیفہ تھا امام صاحب کا ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام حماد تھا، بیٹی ان کی تھی نہیں۔ (الخیرات الحسان ص17)

"ابو حنیفہ" کیوں کہتے ہیں؟ عربی زبان میں حنیفہ کہتے ہیں "خالص دین" کو۔ تو امام صاحب نے چونکہ خالص دین امت کو لکھوایا ہے، اس لیے ان کو ابو حنیفہ کہتے ہیں یعنی خالص دین لکھوانے والا۔

ابو بکر کا معنیٰ:

جیسے پہل کرنے کو "بکر" کہتے ہیں، اور وہ درخت جس پر پہلا پھل آئے،

اس کا نام ہوتا ہے "بکورہ" کہ یہ پہلی بار آیا ہے اور ایسی عورت جو شادی شدہ نہ ہو اور اس کا خاوند پہلی بار اس کے پاس آئے تو ایسی عورت کو کہتے ہیں "باکرہ"۔ تو چونکہ "بکر" کا معنیٰ ہوتا ہے پہل کرنا اور عربی زبان میں ابو کا معنی "والا" بھی آتا ہے اس لیے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو "ابو بکر" کہتے ہیں کہ یہ اسلام لانے میں پہل کرنے والے ہیں۔ تو چونکہ امام صاحب رحمہ اللہ نے دین لکھوانے میں پہل کی ہے ان کو کہتے ہیں ابو حنیفہ تو یہ دین لکھوانے والے ہیں۔

ابو تراب کا معنیٰ:

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر گئے، حضرت فاطمہ سے پوچھا: تمہارا خاوند کہاں ہے؟ انہوں نے عرض کی: میرے اور ان کے درمیان کوئی بات ہو گئی ہے تو وہ غصہ ہو کر باہر چلے گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بندے کو بھیجا کہ جاؤ! جا کر علی کو دیکھو! اس نے اطلاع دی کہ مسجد میں ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں گئے، دیکھا حضرت علی وہاں لیٹے ہوئے تھے، اور ہوا چلنے کی وجہ سے ان پر مٹی آ پڑی ہے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قُمْ یَا أَبَا تُرَابٍ۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: رقم الحدیث 6010)

اے مٹی پر لیٹنے والے! اٹھ جا۔ اس دن سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت "ابو تراب" پڑی ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مٹی کے باپ تھے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ مٹی پر لیٹنے والے تھے۔

ابو ہریرہ کا معنیٰ:

اسی طرح "ابو ہریرہ" کا معنیٰ "بلی کے بچے والے" ہے۔ ابو ہریرہ آئے اور ان کے ہاتھ میں بلی کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا، جو انہوں نے اپنی آستین کے اندر رکھا ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاابا ھریرۃ. بلی کے بچے والا اس دن سے نام پڑ گیا

"ابوہریرہ" اس کا مطلب تھا کہ بلی کے بچے والا، یہ مطلب نہیں تھا کہ بلی کے بچے کا باپ تھے۔ اس طرح امام صاحب کی کنیت "ابو حنیفہ" ہے۔ تو اس کا معنیٰ یہ ہے کہ یہ دین خالص کو لکھوانے والے ہیں۔

دیوبندی کسے کہتے ہیں؟:

اسی طرح ہم دیوبندی بھی ہیں "دیوبند" کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ بعض لوگوں نے دین میں اضافہ کیا ہے اور بعضوں نے دین میں کمی کی ہے۔ تو دیوبند کے علماء وہ تھے جنھوں نے دین میں کمی اور اضافے کو روک دیا ہے، اس لیے ان کو کہتے ہیں علماء دیوبند۔

دین کے پہرے دار:

علماء دیوبند کا معنیٰ "دین کے پہریدار" ہیں۔ جس طرح ایک قیمتی گھر بن جائے اور کوئی گھر سے چوری کرے تو پہریدار اندر سے کوئی چیز لانے نہیں دیتا اور اگر کوئی باہر سے کوڑا کرکٹ اندر گھر میں پھینکے تو پہریدار اس کوڑے کو گھر میں ڈالنے بھی نہیں دیتا۔

علمائے دیوبند کا بنیادی نظریہ:

علماء دیوبند سنت کو چوری کرنے والے کو، دین سے چوری بھی نہیں کرنے دیتے اور دین کے اندر بدعت کو بھی داخل نہیں کرنے دیتے۔ اس لیے ان کو کہتے ہیں کہ یہ دین کے پہریدار ہیں۔ تو ہمارا اصل نام کیا ہے، اہل السنت والجماعت حنفی دیوبندی۔ حنفی؛ اس لیے کہ ہمارے امام نے دین لکھوایا ہے، دیوبندی؛ اس لیے کہ ہمارے علماء نے دین کو بچایا ہے۔ تو ہم دین کو لکھوانے والے بھی ہیں اور دین کو بچانے والے بھی ہیں۔

ہمارا نام اور ہمارا کام:

1) ہمارا نام کیا ہے؟

2) ہمارا کام کیا ہے؟

اب اگر کوئی تم سے پوچھے: تمہارا نام کیا ہے؟ تو صاف کہہ دیں: ہمارا نام اہل السنت والجماعت ہے۔ اگر کوئی پوچھے: بھائی تمہارا کام کیا ہے؟ تو کہہ دیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں اور بحیثیت امتی ہونے کے ہمارا کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو دنیا میں پھیلانا بھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو بچانا بھی ہے۔ جس کو میں یوں بیان کرتا ہوں کہ امت کو ایمان اور اعمال پر لانا بھی ہے اور امت کے ایمان اور اعمال کو بچانا بھی ہے۔ یہ ہمارا کام ہے کہ امت کو ایمان اور عمل پر لائیں اور جو اس پر آئیں تو ان کے ایمان اور اعمال کو بچائیں۔

خواتین کی دینی ذمہ داری:

یہ مردوں کے ذمہ بھی ہے اور عورتوں کے ذمہ بھی ہے مرد اپنی ترتیب پر کام کریں عورتیں اپنی ترتیب پر کام کریں۔ مردوں کا کام ہے باہر دین کا کام کرنا اور عورتوں کا کام ہے چار دیواری کے اندر دین کا کام کرنا، بچوں کی صحیح تربیت کرنا، خاوند کی خدمت کا خیال رکھنا، اپنے گھر کو صاف ستھرا رکھنا، کھانے پکانے کا اہتمام کرنا۔ تو باہر کے کام مردوں کے ذمے ہیں اور گھر کے کام عورتوں کے ذمے ہیں۔ یہ ترتیب وہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان خود لگائی ہے کہ علی! تم باہر کے کام کرو اور زھرا! تم گھر کے کام کرو۔

کام کی تقسیم کا دائرہ کار:

مرد؛ دین کا کام باہر کرے، عورتیں دین کا کام گھر کے اندر کریں۔ عورت

اپنے بچے کی صحیح تربیت کرے، اپنے گھر سے بدعات کو ختم کرے، رسومات کو ختم کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا ماحول اپنے گھر کو دے، ان شاء اللہ گھر کا ماحول نورانی ہو جائے گا۔ مرد باہر نبی کے سنتوں کو پھیلائیں گے، باہر کا ماحول نورانی ہو جائے گا۔ اگر گھر اور باہر کا سارا ماحول نورانی بنانا چاہتے ہیں تو مرد بازاروں میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سنتوں کو عام کر دیں اور عورتیں گھر میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو عام کریں۔

اللہ اور اس کا رسول کیسے خوش ہوتے ہیں؟:

ہمارے معاشرہ میں عورتوں نے ایسے قبیح رسم و راج شروع کیے ہیں کہ الامان والحفیظ بندے کو سن کر بھی شرم آتی ہے عورتوں کو دیکھو تو بال کٹوا رہی ہیں کیونکہ خاوند خوش ہوتے ہیں، مرد داڑھی کٹوادے گا، کیوں کہ میری بیوی خوش ہوتی ہے۔ بھائی! نہ مرد داڑھی کٹوائے عورت کو خوش کرنے کیلئے اور نہ عورت بال کٹوائے مرد کو خوش کرنے کیلئے۔ مرد بھی سوچے کہ نبی کیسے خوش ہوتے ہیں اور عورتیں بھی سوچیں کہ ہمارے نبی کس سے خوش ہوتے ہیں؟ اللہ کے نبی خوش ہوتے ہیں مرد مٹھی بھر ڈاڑھی رکھے اور عورت بال لمبے رکھے۔

فرشتوں کو تسبیح:

حدیث مبارک میں ہے کہ اللہ کے فرشتے یہ تسبیح پڑھتے ہیں: سبحان اللہ الذی زین الرجال باللحی والنساء بالذوائب

(الفردوس بماثور الخطاب: رقم الحدیث 6488)

اے اللہ! تو پاک ہے مرد کو ڈاڑھی دے کر تو نے زینت دی ہے اور عورت کو لمبے بال دے کر تو نے زینت دی ہے۔ تو مرد کا حسن ڈاڑھی میں ہے اور عورت کا حسن سر کے بالوں میں ہے۔

خواتین کے بالوں کا شرعی حکم:

اسی طرح ایک نیا رواج شروع ہو گیا ہے عورتوں میں، اپنے بھنویں کٹوانا شروع کر دیے ہیں اور اپنے ابرو کٹواتی ہیں اور ابرو کے بال باریک کرواتی ہے۔ اللہ ہدایت عطا فرمائے کہ عورتوں نے یہ کیا کام شروع کر دیا ہے کہ اپنے چہرے کو گندا بنا لیتی ہیں، جو حسن اللہ نے عطا فرمایا اسی حسن کو کافی سمجھو اور اپنی طرف سے شیطانی حسن کے اضافے مت کرو۔

جب عورت گھر سے باہر نکلتی ہے:

بعضوں نے تو یہ کام شروع کر دیا ہے کہ خوشبو لگا کر باہر نکلتی ہیں۔ اللہ محفوظ رکھے۔ اس سے بچا کریں، مرد کو چاہیے خوشبو لگائے، عورت کو چاہیے رنگ کا استعمال کرے لیکن وہ بھی باہر کیلئے نہیں اپنے شوہر کیلئے۔ مرد تو خوشبو لگا کے باہر جائے لیکن اگر عورتیں خوشبو لگا کر باہر نکلیں تو ان پر لعنت برستی ہے۔ جب گھر سے باہر نکلیں قطعاً خوشبو لگا کر باہر نہ نکلیں۔

شوہر کی دل بستگی:

گھر کے اندر ٹھہریں خوشبو لگائیں شوہر کیلئے لگائیں جب شوہر گھر میں آتا ہے اتنی گندی حالت میں ہوتی ہیں کہ شوہر کا قریب آنے کو دل نہیں کرتا اور باہر جب کسی شادی کو جانا چاہیں تو پھر دلہن کی طرح بناؤ سنگھار کر کے جاتی ہیں، اس کی شریعت میں گنجائش نہیں۔ عورت کو چاہئے اپنے گھر میں اپنے آپ کو بنا سنوار کے رکھے اور بازار میں اس حالت میں نہ جائے کہ شیطان اس کے اوپر حملہ کرے۔

بیان کا خلاصہ:

بہر حال میں نے دو باتیں آپ کے سامنے بیان کی ہیں کہ ہمارا نام اہل السنت

والجماعت ہے اور ہمارا کام امت کو ایمان اور اعمال پر لانا اور امت کا ایمان اور اعمال بچانا ہے۔ ہم اپنے نام کا بھی خیال کریں اور ہم اپنے کام کا بھی خیال کریں۔ اللہ ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ مجھ سے بھی راضی ہو اللہ آپ سے بھی راضی ہو۔

صراط مستقیم کورس کا اجراء

میری تمام خواتین سے گزارش ہے میں ہر بیان میں عرض کرتا ہوں ماہانہ بیان میں پابندی سے شرکت کریں اور وقت پر آنے کا اہتمام کریں، اپنی بچیوں کو مدرسے میں داخل کروائیں، چھٹیاں آنے والی ہیں جون کی، ان شاء اللہ اس دفعہ بھی ایک مہینے کا ”صراط مستقیم کورس“ ہو گا۔ ابھی سے اپنے گاؤں میں آواز لگائیں کہ صراط مستقیم کورس کرنا ہے ان شاءاللہ، اپنی بچیاں جو سکول سے فارغ ہو رہی ہیں ان کو مدرسے میں داخل کروائیں، قران کریم کو ناظرہ وحفظ کریں، اپنی بچیوں کو بھی حفظ کرواؤ، اپنے بچوں کو بھی حافظ بناؤ اور قرآن کے ساتھ دل لگاؤ۔ اللہ کے نبی کے دین کے ساتھ اپنے گھر کو روشن کرو، اللہ ہمارے گھر بار کو روشن فرمائے گا اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا و آخرت کی پریشانیوں سے نجات دے اور عافیت کے ساتھ دین کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اتباعِ شریعت اور خواہشات کی قربانی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ، وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ إِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ أَمْرًا أَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ أَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُّبِیْنًا o وَإِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْ أَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ أَنْعَمْتَ عَلَیْہِ أَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَ تَخْشَی النَّاسَ وَاللّٰہُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاہُ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْھَا وَطَرًا زَوَّجْنٰکَھَا لِکَیْ لَا یَکُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْ أَزْوَاجِ أَدْعِیَائِھِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْھُنَّ وَطَرًا وَکَانَ أَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا o مَا کَانَ عَلَی النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا فَرَضَ اللّٰہُ لَہٗ سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَکَانَ أَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا o الَّذِیْنَ یُبَلِّغُوْنَ رِسَالَاتِ اللّٰہِ وَیَخْشَوْنَہٗ وَلَا یَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللّٰہَ وَکَفٰی بِاللّٰہِ حَسِیْبًا o

(سورۃ احزاب)

میں نے پارہ نمبر 22 میں سے سورۃ احزاب کی چار آیات کریمہ کی تلاوت کی ہیں ان آیات کریمہ کا شان نزول اگر سمجھ آئے تو پھر پورا مسئلہ اور آیت کریمہ کا مقصد سمجھ آسکتا ہے۔

شانِ نزول اور شانِ ورود:

عربی زبان میں اور اصطلاحات میں دو لفظ استعمال ہوتے ہیں ایک ”شانِ نزول“ اور ایک ”شانِ ورود“ قرآن کریم کی کسی آیت، یا کسی سورۃ کے اللہ رب العزت کے آسمان سے نازل کرنے کا جو خاص واقعہ سبب بنے اسے قرآن کریم کی آیت کا ”شانِ نزول“ کہتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا اگر کوئی خاص واقعہ سبب بنے تو اسے حدیث کا تعلق ”شانِ ورود“ کہتے ہیں۔

آیات مذکورہ کا شانِ نزول:

تو ان آیات کریمہ کا شان نزول کیا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رہا کرتے تھے ان کے اسلام لانے کا قصہ بہت عجیب، بڑا دردمند، فکرانگیز اور سبق آموز بھی ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بچپن میں اغوا کر لیا گیا، یہ ایک قافلے کے ساتھ کہیں جارہے تھے تو قبیلہ بنو قیس والوں نے قافلے کو لوٹا اور حملہ کیا اس سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اغوا کیا اور مکہ مکرمہ میں لاکر بیچ دیا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مکہ مکرمہ میں حضرت زید رضی اللہ عنہ کو خریدا اس وقت حضرت خدیجہ کا نکاح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہوا تھا۔

ام المومنین کی فراخ دلی:

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے یہ غلام بطور ہدیہ اور تحفہ پیش کر دیا حضرت زید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے غلام بھی تھے اور بچے بھی تھے، ادھر حضرت زید کے والد، چچا اور ان کا خاندان ان کی تلاش میں پریشان پھر تا رہا اور حضرت زید کے

ساتھ ان کو وہی محبت تھی جو والدین کو اپنی اولاد کے ساتھ ہوا کرتی ہے حضرت زید کے والد محترم نہایت سر دردی کے ساتھ ان کی تلاش میں روتے بھی تھے پریشان بھی ہوتے تھے جس طرح اولاد کے گم ہو جانے کی وجہ سے والدین پریشان ہوتے ہیں۔

والدین کی بے چینی:

ایک مرتبہ کوئی قافلہ ان کے علاقے کا مکہ میں حج کرنے کے لیے آیا وہاں انہوں نے حضرت زید کو پہچان لیا واپس جا کر حضرت زید کے والدین کو بتایا کہ تمہارا بچہ فلاں جگہ پر موجود ہے ہم نے مکہ مکرمہ میں دیکھا ہے بلکہ اس قافلہ نے حضرت زید کو بھی ان کے والدین کا رونا بتایا کہ تمہارے والد روتے ہیں تمہارے والد نے شعر پڑھے ہیں تمہاری محبت کی وجہ سے تمہاری جدائی میں بے حد پریشان ہیں۔

تیرا نعم البدل نہیں کوئی:

حضرت زید نے ان کو تین شعر لکھ کر دیئے کہ یہ میرے والد کو پہنچا دینا، ان کا خلاصہ یہ تھا کہ جس شخص کی غلامی میں ہوں اس سے بہتر کوئی جگہ نہیں ملتی انہوں نے مجھے باپ کا پیار اور محبت دی ہے اس لیے میں ان کو چھوڑ کر نہیں آ سکتا۔

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں:

حضرت زید کے والدین کو جب پتہ چلا تو وہاں سے ان کے والد اور چچا فدیہ کی رقم لے کر یہاں سے چلے اور مکہ مکرمہ کا سفر کیا، مکہ مکرمہ آکر حضرت زید سے ملے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گزارش کی آپ ہاشمی اور مکہ کے سردار ہیں آپ غلاموں کو آزاد کرتے ہیں ہم اپنے بیٹے کو لینے آئے ہیں اور اس کے فدیے کی رقم ہم آپ کو دیتے ہیں آپ ہمارا بیٹا واپس کر دیں۔

خوشی بارضا بلا جبر واکراہ:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ تمہارا بیٹا زید موجود ہے اگر یہ جانا چاہے تو بغیر فدیے کی رقم کے میں باخوشی اسے آپ کے ساتھ بھیجنے کو تیار ہوں، اگر یہ خوشی سے واپس نہ جانا چاہے تو اس کو جبراً تم نہیں لے جاسکتے۔

دنیا کی سب سے بڑی دولت...... غلامی رسول:

ان لوگوں نے حضرت زید سے گفتگو کی تو زید نے فرمایا کہ حضور کی ذات مبارک کو چھوڑ کر آپ کے ساتھ نہیں جاسکتا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنے لگے والدین نے بہت سمجھایا کہ دیکھو تم وہاں آزاد رہو گے یہاں تم غلام ہو تو انہوں نے فرمایا کہ اگرچہ میں غلام ہوں لیکن دنیا میں ایسے شخص کی غلامی تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتی لیکن میرا مقدر ہے کہ اس شخص کی غلامی مجھے مل گئی میں ان کو چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔

متبنیٰ (منہ بولا بیٹا):

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا علم ہوا تو حضرت زید کو اپنی گود میں لے لیا اور فرمایا آج کے بعد زید میرا بیٹا ہے۔ تو زید نبی کی گود میں بیٹھ گئے حضور نے اسے منہ بولا بیٹا بنا لیا حضرت زید کے والد اور چچا یہ منظر دیکھ کر وہاں سے واپس ہوگئے کہ جب زید بھی خوش ہے اور جن کی خدمت میں ہے وہ بھی خوش ہیں ہمیں یہ بھی پتہ چل گیا ہے اولاد کہاں پر ہے؟

تو خوشی کے ساتھ حضرت زید کو چھوڑ کر واپس چل دیے تو جب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منہ بولا بیٹا بنایا تو اس دن سے انہیں زید بن حارثہ کی بجائے مکہ والوں نے زید بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہنا شروع کر دیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے حقیقی بیٹے تو نہیں تھے، منہ بولے بیٹے تھے جن کو عربی میں متبنّیٰ کہتے ہیں تو زید بن محمد کے نام سے یہ مشہور ہوئے۔

قرآن کریم کا آفاقی حکم:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں باپ جیسا پیار بھی دیا اور باپ والی محبت بھی عطا فرمائی حضرت زید کو چونکہ زید بن محمد کہا جاتا تھا لیکن جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی اُدۡعُوۡهُمۡ لِاٰبَآئِهِمۡ کہ جس شخص کا حقیقی بیٹا نہ ہو بلکہ منہ بولا بیٹا ہو تو اس کو حقیقی باپ کی طرف منسوب کرنا چاہیے یعنی جس کو منہ بولا بیٹا بنایا ہے اسی کی طرف منسوب نہیں کرنا چاہیے تو اس دن سے زید بن محمد کی بجائے زید بن حارثہ کہا جانے لگا، اس آیت کے نزول کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ کو اس بات کا شدید دکھ ہوا کہ میری نسبت بدل گئی ہے کہ پہلے دنیا مجھے زید بن محمد کہتی تھی اب زید بن حارثہ کہتی ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی احساس تھا کہ حضرت زید کو اس بات کا نہایت دکھ ہے اور افسوس ہے۔

دکھ کا مداوا:

ان کے اس دکھ اور افسوس کو ختم کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب کا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے کرانا چاہا مقصد یہ تھا کہ اس رشتہ کی وجہ سے حضرت زید کا دکھ ختم ہو جائے گا اور وہ خوش ہو جائے گا کہ حضور علیہ السلام کی پھوپھی کی بیٹی میرے نکاح میں ہے۔ اور خاندان نبوت کے ساتھ ہماری رشتہ داری بن گئی ہے۔ حضرت زید نے غلامی کو آزادی پر ترجیح دی ہے والدین کی بجائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کو پسند کیا ہے تو اس شخص کو تکلیف نہیں ہونی چاہیے بلکہ اس کو راحت اور خوشی ملنی چاہیے۔

پیغام نکاح اور انکار:

تو حضرت زینب کے ہاں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کے لیے نکاح کا پیغام بھیجا تو حضرت زینب بنت جحش اور ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہما دونوں نے اس رشتے سے انکار کر دیا اور انکار کی وجہ یہ تھی ہمارا خاندان بڑا ہے اور ان کے اوپر غلامی کا داغ لگا ہوا ہے یہ پہلے غلام تھا بعد میں آزاد ہوا اور ہمارا اس سے جوڑ نہیں بنتا اور برابری بھی نہیں ہے اس لیے انہوں نے اس رشتے سے انکار کیا تو اس وقت قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ، کہ جب اللہ اور اس کا رسول کوئی فیصلہ فرما دیں تو ایمان والے مرد اور ایمان والی عورت کے لیے اس فیصلے سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ " وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا "جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر کی نافرمانی کرتا ہے وہ بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے تو جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ، نبی کے فیصلے کے بعد تمہارے لئے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

فیصلہ خداوندی اور تسلیم ورضا:

تو حضرت زینب اور ان کے بھائی عبد اللہ یہ دونوں تیار ہو گئے بالآخر حضرت زینب بنت جحش رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کی بیٹی کا نکاح حضرت زید بن حارثہ سے کر دیا گیا۔ اس سے یہ بات ہمیں اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ اگر ایک طرف مسئلہ ماں کا باپ کا اور قبیلے، برادری اور خاندان کا ہو اور ایک طرف حکم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اور خود اللہ رب العزت کی ذات کا ہو، تو ہمیں اپنے خاندان کی بجائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ترجیح دینی چاہیے، اپنے قبیلے اور برادری کی بجائے اپنے اللہ کی بات کو زیادہ ترجیح دینی چاہیے اور اللہ کی بات پر عمل کرنا چاہیے

دیکھیے ناں! حضرت زینب کا قبیلہ بھی بڑا ہے خاندان بھی بڑا ہے حضرت زید غلامی سے آزاد ہوئے ہیں نکاح کو دل بھی نہیں کرتا پسند بھی نہیں ہے جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کر دیا اب ان کو نکاح کرنا پڑا اور اپنی رائے کو بدلنا پڑا۔

اتباع شریعت اور ہمارے معاشرتی مسائل:

اس لیے ہمیں بھی اس بات کا اہتمام کرنا چاہیے کہ خوشی سے لے کر غمی، صحت سے لے کر بیماری تک، جوانی سے لے کر بڑھاپے تک، پیدائش سے لے کر موت تک اور ماں کے پیٹ سے لے کر قبر تک جتنی بھی حالتیں ہیں انسان کو ہر حال میں اس بات کا خیال کرنا چاہیے کہ میرے اللہ کا حکم کیا ہے؟ اور میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کیا ہے؟ اللہ کا حکم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اس کو ہر حال میں اختیار کرنا چاہیے۔

شادی بیاہ کی رسومات:

ہمارے آج بہت بڑے مسئلے ہیں مثلا ایک بہت بڑا مسئلہ شادی کے موقع پر بے پردگی کا ہے شادی کے موقع پر گانے بجانے کا ہے شادی کے موقع پر ڈھول بجانے کا ہے شادی کے موقع پر مہندی کی رسم کا ہے، شادی کے موقعوں پر مائیوں کا ہے شادی کے موقع پر نیوتہ کی رسم کا ہے، شادی کے موقع پر کھڑے ہو کر کھلانے کا مسئلہ ہے شادی کے موقع پر عورتوں اور مردوں کی اکٹھی ویڈیو بنانے کا ہے، شادی کے موقع پر جہیز کے مطالبے کا ہے شادی کے موقع پر بڑے بڑے حق مہر کا مسئلہ ہے۔ یہ بڑے بڑے ہمارے ہاں مسائل پیش آتے ہیں لیکن اس موقع پر ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا چاہیے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کو دیکھیں جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف باتیں ہیں ان ساری باتوں کو چھوڑ دیں نتیجہ یہ نکلے گا اللہ کریم شادی میں برکتیں عطا فرمائیں گے اللہ خوشی میں برکتیں

عطا فرمائیں گے اللہ رب العزت آدمی کے سارے معاملات ٹھیک فرما دیں گے۔

رب کے غصے کو دعوت دینا:

جب اس خوشی کے موقع پر ہماری زبان سے یہ جملہ نکلتا ہے تو اللہ کا عرش بھی اس سے کانپتا ہوں گا کہ کس قدر افسوس ناک جملہ ہے۔ ادھر اللہ کے نبی کی سنتیں چھوٹتی ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مٹتا ہے اللہ کے احکام کو پس پشت ڈال دیا جاتا ہے تو لوگ ایک ہی جملہ کہتے ہیں کہ مولانا صاحب! کوئی روز روز تے شادی تو نہیں ہوندی زندگی میں ایک بار خوشی کا موقع آتا ہے وہ بھی برداشت نہیں ہو رہی ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جس اللہ نے زندگی میں اتنی بڑی خوشی عطا فرمائی ہے۔ اس خوشی کے موقع پر اللہ کے حکموں کو توڑ دینا بتاؤ کتنا بڑا ظلم ہے اور کتنی بڑی زیادتی ہے؟

رب راضی تے سب راضی:

تعجب ہے شادی کے موقع پر پوری کوشش کی جاتی ہے ماں کو راضی کرو خالہ کو راضی کرو، پھوپھی کو راضی کرو، ماموں کو راضی کرو، چچا، تایا کو راضی کرو اور دور تک کے رشتوں کو منایا جاتا ہے کہ ان کو راضی کیا جائے کہ خوشی کا موقع ہے کہ یہ سب شادی میں شریک ہو جائیں تو بہتر ہے۔

پھر مسئلہ صرف چچا، ماموں، پھوپھا، پھوپھی اور برادری کا نہیں ہے اس سے بڑھ کے اپنے گاؤں اور کام کرنے والے گھر کے کمیوں کو بھی خوش کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ موچی کو بھی خوش کرو، ترکھان کو بھی خوش کرو، چوکیدار کو بھی خوش کرو، ان سے آگے نکل کے اگر ہمارے ہاں کوئی صفائی کرنے والا گٹر اور نالیوں کو صاف کرنے والا عیسائی ہو تو اس کو بھی خوش کرتے ہیں کہ نکاح کا دن ہے اس کو ناراض نہ کرنا

سب سے پیاری ہستی سے بے اعتنائی:

اگر کسی کی خوشی کی فکر نہیں تو وہ رسول کی ذات مبارک ہے کہ ان کی خوشی کا بندے احساس نہیں۔ اللہ ہم سب کو اپنی اور اپنے رسول کی خوشی کا احساس کرنے کی توفیق عطا فرمائے [آمین]

شرعی پردہ ضروری ہے:

پردے کے مسئلہ پر گھر والوں کی خواہش ہوتی ہے کہ پردہ نہ ہو اللہ کا حکم ہے کہ ہر گھر میں پردہ ہونا چاہیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات امہات المومنین کا طریقہ ہے کہ پردہ ہونا چاہیے۔ اب اس موقع پر خاندان کو بازار کو برادری کو اور قبیلے کو نہ دیکھیں اللہ کا نام لے کر پردہ کریں اور شرعی پردہ کریں پھر دیکھیں اللہ اس میں کتنی برکتیں عطا فرمائیں گے

شرعی پردہ کے معاشرتی فوائد:

اس میں عزت کی بھی حفاظت ہوتی ہے عصمت کی بھی حفاظت ہے۔ خاندان کی بھی حفاظت ہے فتنوں سے بھی حفاظت ہے۔ جھگڑوں سے بھی حفاظت ہے جتنے بھی مسائل پیدا ہوتے ہیں تو وہ اللہ اور اللہ کے رسول کے حکموں کو توڑنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

خواہشات کی قربانی:

حضرت زینب بنت جحش نے بہت بڑی قربانی دی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ارشاد اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک خواہش کی خاطر انہوں نے اپنے آپ کو حضرت زید بن حارثہ سے نکاح کے لیے پیش کر دیا ہے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت زید سے حضرت زینب کا نکاح

فرمادیا تو خود ان کا مہر بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے ادا فرمایا۔ چونکہ حضرت زید کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹا بنایا ہوا تھا تو حق مہر بھی خود ادا فرمایا اور حق مہر بھی انہوں نے حضرت زینب کی حیثیت کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔

صرف مہر ...... فاطمی ہونا کافی ہے؟

ہمارے ہاں ایک معاملہ چلتا ہے جب بھی نکاح پڑھانے کا موقع آئے تو اگر اس وقت پوچھا جائے کہ حق مہر کتنا ہو؟ تو لوگ کہتے ہیں جی! حق مہر فاطمی رکھ لو۔ ہمیں اتنا تعجب ہوتا ہے کہ جہیز فاطمی لینے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے، برات فاطمی کے لیے کوئی تیار نہیں ہے لیکن جب بچی کو دو روپے دینے کی بات ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ فاطمی رکھ لو، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کوئی برات تو نہیں آئی تھی حضرت فاطمہ کو نبی پاک نے گھر بھجوا دیا تھا اپنی باندی ام ایمن کے ساتھ۔ اور جو ان کی منگنی کا طریقہ ہے کتنا آسان ہے؟ کوئی بھی اس کے لیے تیار نہیں ہے لیکن حق مہر کے موقع پر فاطمی سب بندوں کو یاد آتا ہے۔

دو اہم باتیں:

حق مہر میں دو چیزوں کا خیال کیا کریں:

1) حق مہر اتنا زیادہ نہ ہو کہ دینے والے لڑکے اور دولہے کو تکلیف ہو اور اس کی برداشت سے باہر ہو۔

2) اتنا تھوڑا حق مہر بھی نہ ہو کہ لڑکی کو اپنے خاندان میں بتاتے وقت شرم اور بے عزتی محسوس ہو کہ اسے کتنا تھوڑا حق مہر ملا ہے۔

مسنون حق مہر:

لڑکے اور لڑکی دونوں کی حیثیت کو مد نظر رکھتے ہوئے جو رقم طے کی جائے وہی مسنون اور موافق طریقہ ہے اور حق مہر دس درہم سے کم نہیں ہونا چاہیے باقی جتنا آدمی خوشی سے دے سکے تو دینا چاہیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اندازہ فرما کر جو حق مہر طے کیا تھا وہ دس دینار سرخ تھے جو آج کل کے اعتبار سے پونے چار تولہ سونا بنتا ہے اور ساٹھ درہم جو آج کی مقدار سے تقریباً پونے سولہ تولا چاندی بنتا ہے۔ اسی طرح ایک جانور بھی ان کو دیا ایک زنانہ جوڑا دیا تو اس طرح تقریبا 43 سیر آٹا وہ بھی ان کو دیا اور ساڑھے 8 سیر 30 ماشے ان کو کھجور بھی دی یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے حضرت زید کا اپنے طرف سے حق مہر بھی ادا کر دیا نکاح ہوا خوشی کے ساتھ زندگی بسر ہونے لگی۔

کفو اور برابری کا مسئلہ:

لیکن حضرت زینب کا نکاح تو ہو گیا ان آیات کا شان نزول کا ایک موقع یہ ہے جو میں نے عرض کیا ہے کہ حضرت زینب نکاح میں نہیں آنا چاہتی تھیں حضرت زید کی غلامی کی وجہ سے، لیکن قرآن کریم کی یہ آیت جب نازل ہوئی تو انہوں نے اپنی خواہش کو چھوڑ دیا اپنے خاندان حسب و نسب کا خیال نہیں کیا بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو ترجیح دی ہے اس سے ایک بات یہ بھی سمجھیں کہ نکاح کرتے وقت خاوند اور بیوی کے خاندان کا برابر ہونا یا قریب ہونا یہ بہتر اور مناسب ہے۔

پسند کی شادی مفاسد کا پیش خیمہ:

کسی بھی لڑکی کو اپنی مرضی سے نکاح نہ کرنا چاہیے۔ بالغ لڑکی اپنی مرضی سے نکاح کر لے تو اگرچہ نکاح ہو جاتا ہے لیکن اس کے مفاسد اور نقصانات اتنے زیادہ

ہیں کہ اس جوانی کی عمر میں ان کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا بعد میں جب پریشانیاں آتی ہیں تو پھر کبھی والدین بھی ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں ہوتے کہ اس نے والدین کا دل جو دکھایا ہوتا ہے۔

والدین کی خواہش کا احترام کریں:

اسی طرح لڑکا، اس کو بھی خیال کرنا چاہیے، لڑکی کو بھی خیال کرنا چاہیے کہ جس والدہ نے پیٹ میں رکھا جس والدہ نے پیشاب پاخانہ صاف کیے ہیں جس ماں نے بچپن میں ان کی تربیت اچھی کی ہوتی ہے گرمی اور سردی سے بچایا ہے اور جن والدین نے ان پر بڑا پیسہ لگایا ہوتا ہے تو جب جوانی میں فیصلوں کا وقت آتا ہے تو والدین کی خواہش کو نظر انداز کرنا بہت بڑا ظلم ہے والدین کی خواہش کا بہت زیادہ احترام کرنا چاہیے اس لیے والدین سے بڑھ کر اپنی مرضی سے شادیاں کرنا یہ سراسر ظلم اور بہت بڑے نقصانات کا پیش خیمہ ہے۔ اس لیے ہر بات میں اپنی مرضی کی بجائے والدین کی خواہش کو ترجیح دینی چاہیے۔

والدین بھی توجہ فرمائیں:

اور والدین بھی اس بات کا خیال رکھیں کہ اپنی اولاد کا نکاح کرتے وقت ان کی مرضی کو نظر انداز نہ کریں۔

عقد نکاح میں اہم چیزیں:

خیر میں کہہ رہا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عموماً نکاح میں چار چیزوں کو مد نظر رکھا جاتا ہے:

1) لڑکی کا پیسہ اور دولت۔

2) لڑکی کا حسن وجمال۔

3) لڑکی کا خاندان۔

4) لڑکی کا دین۔

یہ چار چیزیں سامنے رکھتے ہیں:

1) اس کے مال کو دیکھتے ہیں۔

2) اس کے حسن وجمال کو دیکھتے ہیں۔

3) اس کے حسب و نسب اور خاندان کو دیکھتے ہیں۔

4) اور اس کے دین کو دیکھتے ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگرچہ ان چاروں چیزوں کو دیکھا جاتا ہے لیکن تم دین کو ترجیح دینا اور دین کا خیال رکھنا۔ معلوم ہوا کہ خاندان میں برابری ہونی چاہیے لیکن اگر کوئی لڑکا خاندان کے اعتبار سے چھوٹا ہو اور دینی اعتبار سے آپ کے خاندان سے بڑا ہو تو پھر اس کو لڑکی دینے سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔

خاندانی برابری کو چھوڑنے کی گنجائش:

یہ مسئلہ بھی ہمیں ذہن میں رکھنا چاہیے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندان میں برابری کی ترغیب بھی دی ہے اور دینی تقاضا میں برابری کو چھوڑنے کا حکم بھی دیا ہے یہاں دینی مقاصد اور دینی فوائد کیا تھے؟

ساری حکمت تو اللہ کی ذات ہی بہتر جانتی ہے۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کے بعد حضرت زینب بنت جحش اور حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہما نے اپنے فیصلے کو بدل دیا اور حضرت زینب کا نکاح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے طے ہو گیا۔ یہ بات آیت 36 میں سمجھائی گئی ہے۔

مزاج میں موافقت نہ ہو تو؟

آگے آیت 37 میں دوسرا مسئلہ سمجھایا گیا ہے وہ یہ کہ حضرت زید کی حضرت زینب بنت جحش سے موافقت نہیں ہوتی تھی ایک تو حضرت زینب کے ذہن میں تھا کہ میں بڑے خاندان کی ہوں حضرت زید کا خاندان چھوٹا ہے میں قریشی اور آزاد بھی ہوں اس پر غلامی کا داغ بھی ہے۔

انسانی مزاج ایک طبعی معاملہ ہے:

دوسرا یہ کہ حضرت زینب کے مزاج میں کچھ تیزی بھی تھی، مزاج ان کا سخت تھا تو ان دو باتوں کی وجہ سے حضرت زید کی اطاعت اور خدمت میں ان سے کچھ کمی ہوتی۔ حضرت زید بھی اس بات سے تنگ دل ہوئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ! اے اللہ کے رسول میرا دل چاہتا ہے کہ میں حضرت زینب کو طلاق دے کر فارغ کردوں ہمارا نباہ آپس میں نہیں ہو رہا۔

طلاق کے عمل کا اجرا کیسے ہو؟

شریعت کا مسئلہ تو بالکل واضح ہے اور وہ یہ کہ جب نکاح ہو جائے تو حتی الامکان اس کو نبھانے کی کوشش کرنی چاہیے اور اگر کوئی صورت بھی نبھانے کی باقی نہ رہے تو پھر دونوں خاندانوں کے کچھ لوگ بیٹھ کر فیصلہ کریں اور ان میں طلاق کے عمل کو جاری کروادیں۔

تین طلاق کا جرم کبھی نہ کریں:

طلاق دیتے وقت بھی تین طلاقیں اکٹھی دینے کا کبھی بھی جرم نہ کریں اس لیے تین طلاق کے بعد بیوی پاس رکھنے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی، بیوی نکاح سے بالکل نکل جاتی ہے۔ اس کے دوبارہ اس کے پاس رہنے کی صورت کوئی نہیں ہوتی۔

حلالہ کا عمل:

ہاں اگر عورت کسی اور سے نکاح کر لے اور وہ کسی اپنی وجہ سے طلاق دے دے وہ پھر دوبارہ پہلے شوہر کے پاس آجائے تو اس کی گنجائش ہے۔ لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ اگر کسی دوسرے سے نکاح ہو وہ بلاوجہ کیوں طلاق دے گا اگر بلاوجہ طلاق دے بھی دیں تو اس پر بھی بہت بڑا جرم ہو گا۔

حلالہ کرنے اور کرانے پر لعنت:

اور اگر یہ کہہ کر طلاق دے کہ ہم تیرے نکاح میں دے دیتے ہیں تم اسے اپنے پاس رکھو بیوی کا تعلق جوڑو پھر اس کو طلاق دے دو اگر اس طرح نکاح کروا کے پہلے خاوند کے لیے حلال کروائیں گے تو اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت آئی ہے: لَعَنَ اللّٰہُ الْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ۔ (ابوداود باب فی التحلیل، ابن ماجہ باب فی المحلل)

اکٹھی تین طلاقیں نہ دی جائیں:

اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس شخص نے ایسا کام کیا اس پر بھی خدا کی لعنت اور جس پہلے شوہر کے لیے کیا گیا اس پر بھی اللہ کی لعنت برستی ہے اس لیے کبھی بھی طلاق کی نوبت آجائے خدا نہ کرے تو اکٹھی تین طلاقیں کبھی بھی نہ دیں اور اکٹھی دو طلاقیں بھی کبھی نہ دیں خاوند کو یہ بات سمجھنی چاہیے اور عورتوں کو بھی گھر میں مسائل کا تذکرہ کرنا چاہیے۔

بوقت ضرورت طلاق رجعی:

اگر ضرورت پڑ جائے تو "طلاقِ رجعی" دے دیں۔ رجعی کا مطلب ہے وہ طلاق جس میں خاوند اپنی بیوی سے بغیر نکاح کے عدت کے اندر اندر رجوع کر سکتا ہے یہ ہوتی ہے طلاق رجعی۔

عدت کیا ہے؟

اگر عورت حاملہ ہو جب بھی اس سے بچے کی پیدائش ہوتی ہے اس کی عدت پوری ہو جاتی ہے چاہے اس کو 6 ماہ لگیں یا 6 گھنٹے، بالکل اسی طرح اگر امید کے ساتھ نہیں ہے تو تین ماہواریاں اس کی عدت بنتی ہے۔ اس کا اس کو خیال رکھنا چاہیے۔

فسادِ معاشرہ کا اندیشہ:

خیر میں جو بات سمجھا رہا تھا وہ یہ تھا کہ حضرت زید بن حارثہ کی ان سے موافقت نہیں ہو رہی تھی نہ مزاج آپس میں ملتا تھا تو انہوں نے ارادہ کیا کہ میں ان کو طلاق دے دوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خدا کی طرف سے اس بات کی اطلاع مل گئی کہ حضرت زید نکاح کے بعد ان کو چھوڑ دیں گے طلاق ہو جائے گی تو بعد میں؛ مَیں اس سے نکاح کر لوں گا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو سمجھایا کہ اللہ سے ڈرو اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھو اپنی بیوی کو جدا نہیں کرنا چاہیے لیکن اپنے دل میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ اگر زید ان کو طلاق دے دیں تو میں ان سے نکاح کر لوں گا حضرت زید کو ترغیب بھی دیتے رہے کیونکہ معاشرے کے اندر بگاڑ بھی پیدا ہو گا کہ دیکھو اتنے شوق سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا۔ حضرت زید نے طلاق دے دی ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اگر نکاح فرمائیں گے تو معاشرے کے اندر یہ بات چل پڑے گی کہ دیکھو جی! اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا ہے حالانکہ منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں ہوتا۔

منہ بولے بیٹے کے شرعی احکام:

منہ بولے بیٹے کی بیوی اپنے سسر پر حرام ہوتی ہے۔ سسر اپنی بہو سے نکاح نہیں کر سکتا یعنی منہ بولے بیٹے کے باپ سے اس کی بہو پردہ کرتی ہے اور اس سے پردہ

کرنا چاہیے اور اگر ان میں سے کسی کی وفات ہو تو اس کا وارث نہ باپ بن سکتا ہے اور نہ بیٹی، اس لیے کہ یہ منہ بولا بیٹا ہے اور منہ بولے بیٹے کی حیثیت بالکل الگ تھلگ ہے۔

فسادِ معاشرہ کی روک تھام:

میں یہ بات سمجھانا چاہتا ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں تھا کہ مکہ مکرمہ میں یہ فضا پھیل جائے گی کہ دیکھو جی اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا اللہ رب العزت نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ۔ اے میرے پیغمبر! حضرت زید جن پر خدا نے انعام کیا ہے ان پر ایمان کی دولت عطا فرمائی ان کو صحابیت کا شرف بخشا ہے: وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اور ان پر آپ نے احسان فرمایا ہے کہ ان کو غلامی سے آزادی دی ہے اور ان کو اپنے پاس رکھا ہے: أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ، آپ ایسے زید سے فرما رہے ہیں کہ اپنی بیوی کو روک رکھے اور اللہ سے ڈرے: وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ۔ اور آپ کے دل میں تھا کہ بعد میں اس سے نکاح کر لوں گا اس بات کو آپ نے اس سے چھپایا ہے لوگوں کے خوف سے، وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ۔ اللہ تعالیٰ ہی سے ڈرنا زیادہ مناسب ہے، لوگوں سے کیا ڈرنا؟

حضرت زینب کا نکاحِ آسمانی:

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اگر زید یہ فیصلہ کر لیں تو آپ اس میں گھبرائیں مت، دل چھوٹا نہ کریں اب ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح ان کے ساتھ کر دیا ہے یعنی تکویناً نکاح طے ہو گیا آسمان پر نکاح کا فیصلہ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے نکاح بعد میں فرمائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوف کی وجہ سے اس کو نہ چھوڑیں بلکہ مسئلہ کھلنے دیں۔ شریعت کے مسئلہ پر عمل کرنے میں نبی کبھی بھی اپنی قوم سے

جھجکتا ہے نہ شرماتا ہے نہ ہی قوم سے خوف محسوس کرتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن میں صرف اتنی سی بات تھی کہ حضرت زینب کی دلجوئی کے لیے میں نکاح کرلوں، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو دنیاوی معاملہ سمجھ رہے تھے کہ زینب کی دلجوئی مقصود ہے۔

لوگوں کے طعنے:

ادھر دلجوئی ہوگی ادھر لوگ باتیں کریں گے تو لوگوں کے ایمان کا مسئلہ ہے۔ ایمان جانے کا خطرہ ہے، منافقین طعنے کسیں گے اس سے مسلمانوں کو تکلیف ہوگئی بہت ساری چیزیں ذہن میں تھیں جس کی وجہ سے اس کا اظہار نہیں فرمارہے تھے لیکن جب اللہ نے بات بتادی ہے کہ اے میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے نکاح کیا کرنا ہے ہم نے فیصلہ آسمان سے کردیا ہے آپ کا نکاح انہیں سے ہوگا اب آپ کے سامنے شرعی مسئلہ آگیا کہ اب اللہ کا فیصلہ ہے یہ نکاح ہوگا۔

شرعی مسئلے پر عمل؟

کہ متبنیٰ یعنی منہ بولا بیٹا، اس کی بیوی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے اور جب یہ مسئلہ ہوا تو اس مسئلے کو بیان کرنے کے لیے نکاح کرنا ہے تو کبھی بھی حضور نے خوف نہیں فرمایا کبھی بھی جھجک محسوس نہیں فرمائی بلکہ فوراً اس تقاضے پر عمل کیا یعنی جس مسئلے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی دنیاوی معاملہ سمجھے اس سے قوم سے خوف محسوس کریں تو ہوسکتا ہے، لیکن جس کو دینی معاملہ سمجھے اس پر کبھی بھی نبی اپنی امت اور قوم سے خوف محسوس نہیں کرتا۔

اللہ کا حکم ہو کر رہے گا:

خیر! قرآن کریم نے فرمادیا، فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ

لَا يَكُونَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا

کہ جب حضرت زید نے ان کو فارغ کر دیا حضرت زید کا معاملہ ختم ہو گیا اللہ فرماتا ہے ہم نے ان کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا اور یہ کیوں تھا؟ تاکہ آگے ایمان والوں پر منہ بولے بیٹوں کی بیویوں کے بارے میں آئندہ کوئی حرج یا تکلیف نہ ہو، اگر وہ اس کو طلاق دینا چاہے منہ بولا بیٹا جس نے بنایا ہے اگر وہ اس کی طلاق شدہ بیوی سے نکاح کرنا چاہے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ اللہ نے فرمایا: وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا، اور یہ اللہ کا فیصلہ ہے اور اللہ کا حکم ہوتا ہی اس لیے ہے کہ اس پر عمل کیا جائے، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت زینب بنت جحش سے ہوا۔

حضرت زینب کی جداگانہ فضیلت:

حضرت زینب ازواج مطہرات اور امہات المومنین میں اس بات پر فخر فرمایا کرتی تھیں کہ دیکھو! تمہارا نکاح تو فلاں نے پڑھا ہے اور میرا نکاح خود اللہ کی ذات نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دیا ہے

برہ سے زینب.....نام کی تبدیلی:

بلکہ بعض روایات میں تو یہاں تک آتا ہے کہ جب یہ آیت اتر گئی تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب بنت جحش کے مکان میں داخل ہو گئے وہاں جا کر پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا میرا نام "برہ" ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے برہ نام بدل کے "زینب" رکھ دیا۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں چلے گئے۔ تو عام بندہ سوچتا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مکان میں ڈائریکٹ کیسے چلے گئے؟ جب اللہ نے ان کا نکاح فرما دیا نکاح ہو گیا ہے۔

پرواہ نہ چاہیے:

اب ان کی بیوی ہیں گھر میں بغیر اجازت کے جانے میں کوئی حرج نہیں تھا شریعت کے مسئلہ پر نبی عمل کرنے میں کبھی بھی نہیں جھجکتا جب اللہ نے فرمادیا ہم نے نکاح کر دیا ہے تو معاشرے کی نبی کوئی پرواہ نہیں کرتا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے مکان میں چلے گئے ان کو بتادیا کہ آسمان سے تمہارے ساتھ میرا نکاح ہو گیا ہے حضرت زینب نے اس کو قبول فرمالیا۔

منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح:

اگر منہ بولا بیٹا طلاق دے دے تو اس کی بیوی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے اس سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ منہ بولے بیٹے کی بیوی کے ساتھ اس کی طلاق کے بعد نکاح کرنا جائز ہے تو جب تک اس کی بیوی ہو اس سے پردہ کرنا بھی ضروری ہے۔ کیوں؟ جس سے نکاح ہو سکتا ہے اس سے پردہ ضروری ہے اور جس سے پردہ نہ ہو اس سے نکاح کبھی بھی نہیں ہو سکتا۔

نبی بے قصور ہوتا ہے:

آگے آیت 38 میں اللہ رب العزت نے فرمایا کہ اس معاملے میں نبی پر کوئی مضائقہ، کوئی حرج کی بات نہیں ہے کیونکہ جو فیصلہ اللہ فرمادے نبی وہ فیصلہ قبول کیا کرتا ہے اور اس میں جو فیصلہ فرمادے وہ فیصلہ قبول فرمایا کرتا ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے کوئی الزام بھی نہیں جو فیصلہ خدا کا ہے وہ ہی فیصلہ نبی کا ہے: وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا اور اللہ کا حکم جو مقرر ہو چکا ہے اس حکم کے سامنے کسی بندے کی کوئی بات نہیں کرنی چاہیے فرمایا۔ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ، کہ یہ پہلے انبیاء پر بھی لازم تھا کہ جو فیصلہ فرمائے نبی اس پر عمل کرتے ہیں، یعنی منہ بولے بیٹے کی بیوی

کے ساتھ نکاح کرنا اللہ کا فیصلہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کیا ہے نبی پر کوئی الزام نہیں ہے۔

ایک معاشرتی غلط فہمی:

کوئی بندہ یہ الزام نہ دے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہلے بیویاں موجود تھیں تو پھر اس سے نکاح کرنے کی کیا ضرورت تھی اتنی بیویاں رکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ فرمایا کوئی نبی کو طعنہ نہ دے یہ اللہ کا آج بھی فیصلہ ہے اور پہلے انبیاء کے ساتھ بھی جو فیصلے گزر چکے ہیں اس پر بھی نبی نے کبھی جھجک سے کام نہیں لیا۔

معارف القرآن کا حوالہ:

بلکہ بعض مفسرین نے خود ”مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفی عثمانی رحمہ اللہ“ نے معارف القرآن میں لکھا ہے: حضرت داؤد علیہ السلام کو دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام کو دیکھو دونوں نبی ہیں اور کثرت کے ساتھ بیویاں ان کی موجود ہیں۔ اور کبھی بھی اس مسئلے پہ انبیاء نے اس کو محسوس نہیں فرمایا کہ لوگ اس کو کیا کہیں گے؟ لوگ اس کو برا کہیں گے کیوں؟ اس لیے کہ جب پیغمبر کا فیصلہ اللہ کے حکم کے ساتھ ہو تو پھر پیغمبر کے اس معاملے میں کوئی جھجکنے کی ضرورت نہیں، نبی اس معاملہ میں ذرا بھی محسوس نہیں فرماتا کہ لوگ کیا کہیں گے؟

کثرتِ ازواج اور ہماری شریعت:

حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہما السلام ان دونوں کا میں نے تذکرہ کیا ہے مفتی شفیع رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے نکاح میں 100 اور سلیمان کے نکاح میں 300 بیویاں تھیں۔ اب یہ نبی ہیں ان کی شریعت میں جائز تھا ہماری شریعت میں امتی کے لیے چار سے زائد جائز نہیں ہیں اور جو پیغمبر صلی اللہ علیہ

وسلم کے لیے جائز تھیں اللہ کریم نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں رکھ دیں ہیں۔ فرمانا صرف یہ تھا کہ اس معاملہ میں نبی پر کوئی الزام اور حرج نہیں۔ اللہ کے فیصلے، اللہ کے قانون پر بات کرنا یہ بہت بڑا کفر ہے اور بہت بڑا جرم ہے کہ اللہ کے حکم کے اندر چہ میگوئیاں کرے یا کیڑے نکالے۔ اور خدا پر اعتراضات کرے اللہ ہمیں یہ بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ ہی کافی ہے:

آگے آیت 39 میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے یہ فرمایا: الَّذِينَ يُبَلِّغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ، اے میرے پیغمبر! جو آپ سے پہلے انبیاء گزرے ہیں جو ان کے ذمے تھا اس پر عمل کرتے، اللہ کے پیغامات پہنچاتے اور اللہ ہی سے ڈرتے تھے اللہ کے سواء کبھی کسی سے نہیں ڈرے، ان کا طرز عمل یہ تھا آپ کا طرز عمل بھی یہی ہونا چاہیے: وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا، اور میرے پیغمبر! تم کو اللہ کافی ہے اور جس شخص کو اللہ کافی ہو جائے دنیا کی کوئی ذات بھی اس کو رتی برابر بھی نقصان نہیں دے سکتی۔

خلاصہ آیات مذکورہ:

ان دو آیتوں میں بنیادی طور پر دو مسئلے ہیں جو ہمیں ذہن میں رکھنے چاہیں۔

مسئلہ 1: اللہ اور اللہ کے رسول کے فیصلے کے بعد کسی بندے کی بات قابل اعتبار نہیں ہوتی اور خصوصاً خاندان اور برادری کی تو کوئی رتی برابر پروانہ کریں اور جو فیصلہ اللہ اور اس کے رسول کا آجائے اس پر عمل کریں اور برادری کو چھوڑ دیں۔

قبر کا معاملہ:

اس لیے کل جب موت آنی ہے قبر میں اتار کر برادری واپس آجانی ہے فرشتے نے یہ نہیں پوچھنا کہ من ابوك؟ تیرا باپ کون ہے؟ من امك؟ تیری ماں کون

ہے؟ ما قومك؟ تیری قوم کیا ہے؟ قبیلہ کون سا ہے؟ نہیں! بلکہ فرشتہ پوچھے گا من ربك؟ بتا تیرا رب کون ہے؟ من نبیك؟ بتا تیرا نبی کون ہے؟ ما دینك؟ بتا تیرا دین کیا ہے؟ تو قبر میں کیا جواب دیں؟ ربی اللہ تب کہیں گے ناں جب اللہ کی بات مانیں گے، نبیی محمد صلی اللہ علیہ وسلم تب کہیں گے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانیں گے۔ دینی الاسلام تب ہی کہیں گے جب اپنے دین پر عمل کیا ہو گا اگر دین کو قوم کے لیے چھوڑا ہو گا تو پھر دینی الاسلام کیسے کہیں گے؟ ایک مسئلہ یہ ذہن میں رکھنا چاہیے ہمیں ہر بات میں اللہ اور اس کے رسول کی بات کو آگے رکھنا چاہیے باقی ساری باتوں کو نظر انداز کر دینا چاہیے۔

مسئلہ 2: یہ سمجھیں کہ جو بات شریعت فرمادے اس پر بندے کو ملامت اور خوف کی پروا نہیں کرنی چاہیے بغیر خوف اور بغیر ملامت کے شریعت کے مسائل پر عمل کریں اللہ رب العزت مجھے بھی توفیق عطا فرمائے اور آپ کو بھی توفیق عطا فرمائے۔ شریعت سمجھ آتی ہے شریعت کے سمجھنے والوں سے جس کے لیے بہترین طریقہ دینی مدارس میں پڑھنا ہے اور اولاد کو بھجوانا ہے۔

میری گزارش یہ ہے کہ اپنی بچیاں مدرسے میں بڑے اہتمام اور پابندی کے ساتھ بھجواؤ تاکہ قرآن کریم پڑھ جائیں، حدیث مبارک پڑھ جائیں، اسلامی تعلیم کو پڑھ جائیں، اور شریعت پر عمل کرنے کا طریقہ ان کو آجائے، ہم یہ سب کچھ دنیا میں چھوڑ جائیں گے لیکن اولاد کو دنیا میں دین سمجھا کر جائیں گے تو اس کا بہت بڑا فائدہ ہو گا اللہ اس اولاد کو ہم سب کے لیے صدقہ جاریہ بنائے اور دین پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرکز اصلاح النسا کی حفاظت فرمائے اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھے سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سورۃ العصر اور انسانی معاشرہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا . مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ ، وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ ، وَنَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ : وَالْعَصْرِ (1) إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ (2) إِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (3)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

میں نے آپ کے سامنے سورۃ العصر کی تلاوت کی، سورۃ العصر قرآن مجید میں تیسویں پارے کی نہایت مختصر تین آیات پر مشتمل سورۃ ہے۔ اس سورۃ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے قسم اٹھا کر نہایت اہم مضمون ارشاد فرمایا ہے۔ پہلے اللہ رب العزت نے قسم اٹھائی ہے اور بعد میں مضمون بیان فرمایا۔

سورۃ العصر کا آسان ترجمہ:

وَالْعَصْرِ قسم ہے زمانے کی إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ بے شک انسان وہی

کامیاب ہو سکتا ہے اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا جو ایمان لائے یعنی عقیدے ٹھیک ہوں وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اور اعمال سنت کے مطابق ہوں وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ اور صحیح عقیدہ اور مسنون عمل کی دعوت دے وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ اگر اس دعوت پر مشکلات آجائیں تو خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔

غیر اللہ کی قسم کا شرعی حکم:

پہلی بات اللہ رب العزت نے زمانے کی قسم اٹھائی، مسئلہ یاد رکھیں اللہ کی ذات کے علاوہ کسی دوسری ذات کی قسم اٹھانا جائز نہیں حتیٰ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو اس کائنات مین اللہ رب العزت کے بعد سب سے زیادہ محترم ومقدس، عظمت والی ہستی ہیں ان کے نام کی بھی قسم اٹھانا امت کے لیے جائز نہیں، قسم اٹھائیں تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کی۔

مروجہ غیر شرعی قسمیں:

ہمارے ہاں آج رواج چلا ہے کبھی اللہ کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی بھی قسم اٹھاتے ہیں، کبھی قسمیں اٹھاتے ہیں بیٹے کی، کبھی بیٹی کی، کبھی قسم اٹھاتے ہیں ماں کی، آج کے دور میں تو بڑا ظلم ہوا ہے آج قسم اٹھاتے ہیں بطور پیار کے، کہتے ہیں میری محبت کی قسم، اللہ محفوظ فرمائے! یہ گناہ کبیرہ ہے اس گناہ سے بچنا چاہیے۔ ناجائز محبت تو ویسے بھی جائز نہیں پھر اس ناجائز محبت کی قسمیں اٹھانا کتنا بڑا گناہ ہے اس سے تو خطرہ ہے کہ آدمی اللہ کے نام کی بجائے غلط چیزوں کو استعمال کرے تو کہیں انسان کا ایمان ہی خراب نہ ہو جائے تو قسم اٹھائیں تو صرف اللہ کے نام کی اللہ کی ذات کے علاوہ کسی اور کی قسم اٹھانا جائز نہیں۔

قسم کی اقسام:

پھر قسم کے بارے میں دوسری بات ذہن میں رکھیں کہ قسم کی تین قسمیں ہیں۔ 1: یمین لغو، 2: یمین غموس، 3: یمین منعقدہ

عربی زبان میں قسم کو یمین کہتے ہیں تو یہ یمین کی تین قسمیں ہیں۔

یمین لغو اور اس کا حکم:

یمین لغو کسے کہتے ہیں۔ لغو کا مطلب ہے آدمی خود کو سچا سمجھتا تھا لیکن قسم اس نے جھوٹی اٹھائی ہے یہ یمین لغو ہے مثلاً ایک بندہ نہیں آیا اور سمجھتا ہے کہ فلاں بندہ آیا ہے اور اس نے قسم اٹھائی ہے کہ خدا کی قسم وہ آگیا ہے لیکن وہ آیا نہیں تو یہ اپنے خیال میں قسم ٹھیک اٹھاتا ہے لیکن در حقیقت وہ ٹھیک نہیں ہوتی بلکہ خلاف واقعہ اور غلط ہوتی ہے۔ اس کو لغو اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ضائع ہوگئی نہ گناہ ہے نہ اس کے اوپر کفارہ ہے کچھ بھی نہیں یمین لغو میں یہ بھی شامل ہے کہ آدمی کہنا کچھ چاہتا ہے اور زبان سے نکل کچھ اور جاتا ہے اس کو یمین لغو کہتے ہیں۔ تو گزشتہ کام کے کرنے پر قسم اٹھائی فلاں کام کیا ہے یہ سمجھ کر کہ کیا ہے۔ حالانکہ اس نے کیا نہیں تھا اسی طرح کسی نے قسم اٹھائی کے فلاں کام نہیں کیا، حالانکہ اس نے کیا تھا یہ یمین لغو ہے۔ اسی طرح آئندہ کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کی قسم اٹھائی یا کہنا کچھ چاہتا تھا زبان سے کچھ اور نکل گیا ہے اس پر کفارہ بھی نہیں اور گناہ بھی نہیں۔

یمین غموس اور اس کا حکم:

آدمی کسی گزشتہ کام کے کرنے پر قسم اٹھائے کہ میں نے فلاں کام کیا ہے یہ سمجھ کر کہ کیا ہے حالانکہ سمجھتا بھی ہے کہ کیا بھی نہیں جان بوجھ کر جھوٹی قسم اٹھائی اسی طرح کسی بندے نے قسم اٹھائی کہ میں نے فلاں کام نہیں کیا حالانکہ اس نے کیا تھا

اور وہ سمجھتا بھی ہے کہ اس نے کیا تھا پھر بھی جھوٹ بولتا ہے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا اسے یمین غموس کہتے ہیں۔

غموس کا معنیٰ ہے ڈوب جانا یہ قسم بھی بندے کو گناہوں میں ڈبو دیتی ہے۔ بہت بڑا گناہ ہے لیکن چونکہ ماضی کی قسم ہے اس کے اوپر کفارہ نہیں۔

یمین منعقدہ اور اس کا حکم:

آئندہ کسی کام کے کرنے یا کسی کام کے نہ کرنے کی آدمی قسم اٹھائے کہ اللہ کی قسم میں تمہیں اتنے پیسے دوں گا پھر اگر پیسے نہ دیئے تو گناہ بھی ہو گا اور کفارہ بھی ہے اس لیے کوئی کہتا ہے خدا کی قسم میں گھر نہیں آؤں گا اب جب گھر آئے گا تو اس کو گناہ بھی ہو گا اور جھوٹی قسم اٹھانے کا کفارہ بھی دینا ہو گا۔ اسلیے جو آئندہ کسی کام کے کرنے کی قسم اٹھاتا ہے پھر وہ کام نہیں کرتا تو اس صورت میں کفارہ بھی ہے اور گناہ بھی ہے اور اگر نہ کرے کی قسم اٹھائی اب کرلیتا ہے تو قسم کا گناہ بھی ہے کفارہ بھی ہے۔

قسم کا کفارہ:

قسم کے کفارے کی پہلی صورت یہ ہے کہ غلام آزاد کریں۔

عام حالات میں غلام الگ ہیں نوکر الگ ہیں ہمارے ہاں نوکر ہوتے ہیں غلام نہیں ہوتے اور نوکرانیاں ہوتی ہیں باندیاں نہیں ہوتیں۔ اللہ کے راستے میں جہاد کریں اور جہاد کے دوران جو مرد کافروں کے گرفتار ہو جائیں اور ان کی جو عورتیں گرفتار ہو جائیں۔ مردوں کو غلام کہتے ہیں اور عورتوں کو باندیاں کہتے ہیں۔ تو غلام کو آزاد کرے لیکن آپ کے چونکہ غلام تو ہیں نہیں تو غلام آزاد کہاں سے کریں گے۔ تو دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی تین روزے رکھے اور اگر تین روزے بھی نہیں رکھ سکتا تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں دس مسکینوں کو درمیانے قسم کے کپڑے دے دیں یا دس مسکینوں کو کھانا کھلا دیں تو جو بھی کرنا چاہیں کر سکتے ہیں غلام آزاد کریں یا تین

روزے رکھیں یا دس مسکینوں کو کھانا کھلائیں یا دس مسکینوں کو کپڑے دے دیں یہ قسم کا کفارہ ہے۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

ناجائز کام پر قسم کا شرعی حکم:

اگر کسی انسان نے قسم کھائی ہے لیکن غلط کھائی ہے ایک جائز کام تھا، دین کا کام تھا اور اس نے نہ کرنے پر قسم اٹھائی ہے اب اس کو اپنی قسم توڑنی چاہیے اور اس کے ذمے قسم کا توڑنا ضروری ہے مثلا ایک آدمی نے قسم کھائی کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا اب ظاہر ہے نماز پڑھنا اس کے ذمے فرض ہے اب وہ اس قسم کو توڑے اور کفارہ ادا کرے اور نماز پڑھے اور اگر اس نے قسم اٹھائی ہے کہ میں بچوں کو انکے حقوق نہیں دوں گا تو اس کے ذمے ضروری ہے کہ اس قسم کو توڑے اور کفارہ ادا کرے اور ان کے حقوق ادا کرے اور اگر بیوی نے قسم اٹھائی کہ شوہر کی میں خدمت نہیں کروں گی میں اپنے پاس نہیں آنے دوں گی اس طرح اگر غلط قسم اٹھائی ہے تو اس قسم کو توڑے اور کفارہ ادا کرے اور اس کو پاس بھی آنے دے لہٰذا ضروری ہے کہ اگر شریعت کے کام میں غلط قسم اٹھائی ہے اس قسم کو توڑنا چاہیے اور کفارہ ادا کر دینا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے قسم کیوں اٹھائی؟:

بہر حال میں بتا یہ رہا تھا کہ **والعصر** اللہ رب العزت نے قسم اٹھا کر اگلا مسئلہ سمجھایا ہے۔ اللہ کے علاوہ کسی کے نام کی قسم اٹھانا تو جائز نہیں ہے تو پھر اللہ نے یہ قسم کیوں اٹھائی ہے؟ اب کسی بندے کے ذہن میں خیال آئے کہ اگر اللہ کے علاوہ کسی قسم اٹھانا جائز نہیں تو خود اللہ نے زمانے کی قسم کیوں اٹھائی ہے؟

اللہ تعالیٰ مکلف نہیں ہیں:

اس کا بڑا آسان اور صاف واضح جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ہیں مخلوق

نہیں، اللہ مالک ہیں مملوک نہیں، اللہ احکام دیتے ہیں عمل نہیں کرتے، اللہ کے ذمے احکامات دینا ہے اللہ کے ذمہ عمل کرنا نہیں: لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ۔

(الانبیاء: 23)

اللہ تعالیٰ جو کام کریں اللہ سے کوئی نہیں پوچھ سکتا پوچھا مخلوق سے جاتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ پابند نہیں ہیں کہ یہ کام کریں اور یہ نہ کریں، یہ پابندیاں مخلوق پر ہیں اللہ پر نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے قسم اٹھانے کی حکمت:

اس حوالے سے یہ بات ذہن نشین کرلیں اللہ جتنی چاہے قسمیں اٹھائیں، اللہ رب العزت جب بھی کسی چیز کی قسم اٹھاتے ہیں تو اس کی عظمت یا خاص اہمیت کی وجہ سے ہوتی ہے قرآن کریم میں لَآ أُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ اللہ نے مکہ مکرمہ کی قسم اٹھائی ہے یہ مکہ مکرمہ کی عظمت کی وجہ سے ہے۔ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِيْنِ۔ اللہ رب العزت نے ”تین“ کی قسم اٹھائی، زیتون کے درخت کی قسم اٹھائی، طور سینا کی قسم اٹھائی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر کی قسم اٹھائی ہے۔ ان کے فوائد کے پیش نظر زیتون کی قسم اٹھائی ہے، اہمیت کی وجہ سے ان کی قسم اٹھائی تو جب اللہ مخلوق میں سے کسی چیز کی قسم اٹھائیں تو اس کی عظمت پیش نظر ہوتی ہے یا اس کی اہمیت پیش نظر ہوتی جیسا کہ اس سورۃ مبارکہ میں قسم اٹھائی ہے۔

متاعِ وقت اور اس کی قدر:

والعصر قسم ہے زمانے کی۔ اب یہ جو زمانے قسم اٹھائی ہے تو زمانے کی اہمیت کی وجہ سے اٹھائی ہے انسان قدر کرے تو وقت اور زمانہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہیں۔ وقت کی مثال برف کی طرح ہے برف پڑی ہو پگھلتی رہتی ہے اور آہستہ

آہستہ پانی بن کے ختم ہو جاتی ہے خوش قسمت وہ انسان ہیں جو برف کو پگھلنے سے پہلے پہلے اپنے کام میں لائیں بالکل اسی طرح اللہ رب العزت نے وقت کو قیمتی بنایا ہے۔ آدمی وقت کو قیمتی بنائے صحیح استعمال کرے۔

زندگی اور لامحدود زندگی:

وقت نے گزر جانا ہے ، بچپن سے جوانی، جوانی سے بڑھاپا اور بڑھاپے سے موت ،وقت تو گزر ہی جائے گا لیکن یہ ذہن میں رکھیں دنیا کی چند روزہ زندگی پر آخرت کی زندگی کا مدار ہے۔ اللہ پابند نہیں ہیں یہ کام کریں اور یہ کام نہ کریں پابندیاں تو مخلوق پر ہیں اللہ پر نہیں۔ دنیا کی تھوڑی سی زندگی دراصل ہے آخرت کی زندگی ہمیشہ رہنے والی دار الجزاء ہے۔ اس دار العمل میں ہم جو بھی کام کریں اپنی حیثیت کے مطابق کریں گے اللہ اس دار الجزاء میں جو بھی اجر دیں گے اپنی شان کے مطابق اجر اور جزاء دیں گے۔ بندے کی حیثیت محدود ہے بندے کا عمل بھی محدود ہے اللہ کی شان غیر محدود ہے اللہ کی طرف سے دیا جانے والا اجر اور جزا دونوں بندے کے علم کے اعتبار سے غیر محدود ہیں کہ آدمی کو وقت قیمتی بنانا چاہیے ،ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

تربیت اولاد میں کوتاہیاں:

ہمارے ہاں اگر کوئی بچپن میں کوتاہی کرے اور اس کو سمجھانے لگیں تو ڈانٹ دیتے ہیں اور کہتے ہیں چھوٹا بچہ ہے بڑا کر ہو کر سمجھ جائے گا بچوں کو ڈانٹتے ہو اور بڑی سختی کرتے ہو ،بڑے پتھر دل ہو حالانکہ یہی نرم دلی کل کو برباد کرتی ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کون دنیا میں شفیق ، نرم دل اور محبت کرنے والا اور پیار کرنے والا ہو سکتا ہے ؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کی قسم ماؤں سے بڑھ کر اپنی امت سے پیار فرماتے ہیں۔ ماں کو تنگ کریں تو ماں بد دعا کرتی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگوں نے کتنا تنگ کیا ہے لیکن سوائے ایک دو مواقع کے رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو دعائیں دی ہیں بد دعاؤں سے نہیں نوازا اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ۔ (سنن ابی داود)

جب تمہاری اولاد سات سال کی ہو اس کو نماز کا حکم دو اور جب یہ دس سال کی ہو جائے اور نماز نہ پڑھے تو مارو۔

مارنے کی حدود:

مارنے کا مطلب یہ نہیں کہ سر پھاڑ دو، ہڈی توڑ دو، بازو توڑ دو لیکن ہلکی پھلکی ڈانٹ دو کہ اولاد کے ذہن میں ہو کہ اگر نماز نہ پڑھی تو ہمیں امی مارے گی نماز نہ پڑھی تو ابو ماریں گے، لیکن یہ بات تب ہے اگر ماں خود بھی پڑھے اور باپ خود بھی پڑھے اگر ماں خود نماز نہ پڑھے اور اولاد کو کہے تو اولاد پر اثر نہیں ہو گا باپ خود نہیں پڑھے گا تو اثر نہیں ہو گا۔

ناراضگی کا اظہار:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر اولاد نماز نہ پڑھے تو مارو! تو اب بتائیں نماز جیسے احکام چھوڑنے پر اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے۔

پیار پلس مار:

ہمارے ہاں حکومتوں نے اولاد کو خراب کرنے کے لیے جملہ دیا ہے جو سکولوں کے باہر لکھا ہوا ہے کہ ”مار نہیں پیار“ ہم یہ نہیں کہتے کہ مارو! لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ اس جملے کو بدلو! یہ جملہ ٹھیک نہیں بلکہ جملہ ہونا چاہیے ”پیار پلس مار“ پیار بھی ہو اور مار بھی ہو لیکن مار بھی محبت والی ہو، لہذا مار نہیں پیار کی بجائے پیار پلس مار ہونا چاہیے

اولاد کے ساتھ شفقت بھی ہو اور اگر بات نہ مانیں تو سزا بھی ہلکی پھلکی دینی چاہیے۔

رحمت کائنات کا تربیتی اصول:

اگر سزا دینا یہ رحمت اور محبت کے خلاف ہے تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی مقدس ہستی اولاد کو نماز نہ پڑھنے پر سزا دینے کی بات کیوں فرماتی؟ اس کا معنیٰ یہ ہے جب یہ بات تنبیہ سے نہ سمجھ میں آئے تو اس کو سمجھانے میں ہلکی پھلکی مار کی گنجائش موجود ہے جیسے قرآن کریم میں ہے: **وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ** (النساء:36)

عورت اگر شوہر کی نافرمانی کرے تو شوہر کو چاہیے کہ عورت کا سمجھائے اگر سمجھنے سے باز نہ آئے تو اس کا بستر الگ کردے اور اگر پھر بھی باز نہ آئے تو پھر اس کو ہلکی پھلکی مار بھی دے سکتا ہے۔ جو حکم شریعت حکم دیتی ہے میں اور آپ کون ہوتے ہیں اس حکم کو بدلنے والے لہٰذا شریعت کے احکام کو ماننے بھی اور شریعت کا مذاق اور تمسخر بھی نہ اڑائے یہ دونوں ایمان سے محروم کردینے والی باتیں ہیں۔

بچپن کی تربیت:

بچپن میں اولاد نافرمانی کرے تو سمجھاتے نہیں ہیں چھوٹے بچے کو سونے کی انگوٹھی پہنا دیتے ہیں۔ بھئی! سونے کی انگوٹھی بچے کو کیوں پہناتے ہو اگر پہنانی ہے تو بچی کو پہناؤ! بیٹے کو کیوں پہناتے ہو بیٹے کا کام انگوٹھیاں پہننا نہیں۔ جب شروع میں سونے کا زیور پہنائیں گے تو عادی ہو جائے گا اور گناہوں میں مبتلا ہو گا۔ چھوٹا بچہ ہو گا تو اس کو کھیلنے کے لیے مصنوعی تصویر والے جانور دیں گے کسی نے بھالو دے دیا ہے ، کسی نے کتا دیا ہے، کسی نے بندر دیا ہے، کسی نے ریچھ دیا ہے اور اس کو ٹی وی دے دیں گے۔ بچپن میں اولاد کو گناہ کے مت عادی بنائیں۔

بچپن اور مستانی جوانی:

میں یہ بتا رہا تھا کہ جب بچپن میں منع کریں تو کہتے ہیں کہ ابھی تو بچہ ہے بڑا ہو کر ٹھیک ہو جائے گا اور اگر جوانی میں منع کریں تو پھر کہتے ہیں کہ جوانی مستانی ہوتی ہے، جوانی تو عمر ہی ایسی ہے اس عمر میں گناہ تو ہو ہی جاتے ہیں اور جب بوڑھا ہو پھر منع کریں تو کہتے ہیں بوڑھے تو بچوں کی طرح ہوتے ہیں اس عمر میں ڈانٹنا نہیں چاہیے۔

اب بتائیں سمجھانے کی عمر کون سی ہے؟ بچپن میں نہ سمجھاؤ کہ ابھی بچہ ہے، جوانی میں سمجھاؤ کہ ابھی مست ہے اور بڑھاپے میں نہ سمجھاؤ کہ باباجی بچوں کی طرح ہیں تو پھر کس عمر میں سمجھانا ہے؟

ماں باپ تربیت کریں:

ماں کے ذمے ہے بچے کی تربیت کرے، باپ کے ذمے ہے اولاد کی تربیت کرے اور جب بچے چھوٹے ہوں تو ماں کے ذمے بچے کی تربیت باپ سے زیادہ ضروری ہے اور ماں کے ذمے باپ سے بھی زیادہ حقوق ہیں کیوں کہ ماں بچے کے پاس ہر وقت رہتی ہے تو ماں کو چاہیے کہ اس بچے کا خیال کرے اور بچوں کی تربیت کرے۔

تربیت کے ساتھ دینی تعلیم:

ایک اہم بات یہ ہے کہ اپنے بچوں کو، اپنی بچیوں کو دین پڑھاؤ، قرآن کریم سکھاؤ، قرآن کا ترجمہ پڑھاؤ، حدیث پڑھاؤ، شریعت پڑھاؤ، ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک دعائیں سکھاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائیں سکھاؤ، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مسنون اعمال سکھاؤ یہ بچپن میں سکھاؤ۔ یہ ہم بار بار اس لیے کہتے ہیں کہ اپنی بچیاں مدرسے بھیجو! چھوٹی بچی قرآن پڑھے، قرآن کی حافظہ بنے اور بعد میں جا کے اس کو پڑھائے بھی۔

چھوٹی عمر کی بچیاں اور تعلیمی ادارے:

چھوٹی بچی کو دین کی طرف لگاؤ، جب بڑی ہو گی تو دنیا کے فنون بھی پڑھ لے گی جو سمجھنے کی عمر ہے اسکولوں میں برباد کرا لیتے ہیں اور جب بعد میں بڑی ہوتی ہیں تو پھر مدرسے کی طرف بھجوا دیتے ہیں اور مدرسہ ان کا مزاج بنتا نہیں ہے لہٰذا تمام آنے والی ہماری مائیں، ہماری بہنیں، ہماری بیٹیاں نیت کریں کہ اپنی اولاد کو مدرسے میں داخل کرانا ہے بچوں کو بچوں کے مدرسے میں بھجوائیں اور بچیوں کو بچیوں کے مدرسے بھجوائیں سارے دین پڑھیں۔ دنیا میں اگر چند دن کی زندگی دین پر لگا دی تو آخرت کی ابدی زندگی ٹھیک ہو جائے گی۔

روشن مستقبل کی تلاش:

میں ایک جگہ پہ گیا تو وہاں کچھ بچیاں تھیں اور رشتے دار بھی تھے میں نے انہیں ترغیب دی کہ اپنی بچیوں کو کالج کی بجائے مدرسے داخل کراؤ آپ کے پاس ٹائم ہے جبکہ بچیوں کا اصرار یہ تھا کہ ایف اے کرنا ہے۔ بی اے کرنا، ایم اے کرنا کوئی جرم تو نہیں ہے میں نے کہا کہ نہیں بیٹی! جرم تو نہیں لیکن مدرسے میں جانا بھی تو گناہ نہیں ہے مدرسے میں جاؤ، ان کا خیال یہ تھا ہم کالج میں پڑھتی ہیں اپنا مستقبل سنوار رہی ہیں میں نے ان سے کہا کتنے سال پڑھا ہے تم نے؟ ایک کہتی ہے ایف۔ اے میں ہوں، ایک بی۔ اے میں، اور ایک ایم اے میں، میں نے کہا سولہ سال تم نے پڑھ لیا اپنا مستقبل سنوارنے کے لیے اب یہ بتاؤ تمہارا مستقبل کتنا بڑا ہے، 60 سال، 70 سال، 80 سال، 90 سال کتنی عمر ہو گی تمہاری؟، اس امت کی اوسط عمر 60 سے 70 سال ہے یعنی کسی کی عمر 5 سال ہے تو کسی کی 75 ہے، کسی کی 10 ہے تو کسی 65 ہے، کسی کی 55 ہے تو کسی کی 95 سال ہے۔

ابدی زندگی کا نصاب:

تم نے 16 سال پڑھا ہے تو پھر موت کے بعد ابدی زندگی کے لیے تو تمہیں پوری زندگی دین پڑھنا چاہیے تھا۔ کالج والے 16 پڑھاتے ہیں، ماسٹر کرواتے ہیں پھر ڈگریاں دیتے ہیں، پھر ڈاکٹر بناتے ہیں ہم اس کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ میں نے کہا اگر بچی پڑھنا چاہے تو جائز ہے لیکن ہم کہتے ہیں ابدی زندگی کے لیے دو سال کا کورس کم از کم کرلے، 4 سال کا درس نظامی پڑھ لے 3 سال میں قرآن کریم حفظ کرلے یہ پانچ 10 سال اس پہ لگائیں اللہ برکت دے گا اور ان شاء اللہ ہمارا ارادہ بھی ہے آپ ساری مائیں بہنیں اور بیٹیاں دعا کریں اللہ یہ منصوبہ جلدی پورا فرمادے!

مرکز اصلاح النساء میں:

ہماری خواہش یہ ہے کہ ہمارے اس مرکز اصلاح النساء کے ساتھ جو جگہ ہے یہاں بچیوں کے لیے دونوں کام شروع کرا دیں بچیاں حفظ بھی کریں بچیاں دین بھی پڑھیں اور ساتھ ساتھ سکول بھی پڑھیں ان شاء اللہ۔ اللہ نے چاہا تو آئندہ سال کوئی ترتیب بنادیں گے ورنہ اب بھی جو چھوٹی بچیاں پڑھ رہی ہیں میں نے گھر والوں سے کہا ہے کہ آپ بچیوں کو پڑھانے والی استانی تلاش کرو جو ان کو سکول بھی پڑھائے تاکہ بچیاں حفظ بھی کرتی رہیں اور ساتھ ساتھ ان کے سکول کا نظام بھی چلتا رہے تو ہم سکول کے مخالف نہیں ہیں لیکن ہم کہتے ہیں پہلے دین ہو اور دین کے بعد بچیوں کو سکول کی طرف لانا چاہیے۔

والعصر، اللہ نے قسم اٹھائی ہے زمانے کی اور قسم اٹھا کر فرمایا **اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ**، سارے کے سارے انسان دنیا کے گھاٹے میں خسارے کے اندر ہیں مگر وہ لوگ جو ایمان لائے۔ پتہ یہ چلا کہ دنیا میں کامیابی کا مدار ایمان ہے، کامیابی کا مدار اچھے

اعمال ہے، کامیابی کا مدار شریعت پہ عمل کرنا ہے۔ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا ،

کامیابی کا مدار:

توکامیابی کا مدار چار چیزیں ہو گئیں:

1) عقیدہ ٹھیک ہو۔

2) اعمال سنت کے مطابق ہوں۔

3) صحیح عقیدہ اور مسنون عمل کی دعوت ہو۔

4) اگر اس دعوت پر مشکل آجائے تو خندہ پیشانی سے برداشت کرے۔

یہ چار چیزیں کامیابی اور نجات کا مدار ہیں۔ اور ہمیں ان چاروں پر عمل کرنا چاہیے ان میں سے پہلی چیز عقیدہ ہے اللہ کی ذات کے بارے میں، رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں، حضرات صحابہ کرام کے بارے م،یں اولیاء کرام کے بارے میں ملائکہ کے بارے میں، جنت اور جہنم کے بارے میں ، آسمانی کتابوں کے بارے میں، تقدیر کے بارے میں۔

بنیادی عقائد:

صفت ایمان مفصل اور صفت ایمان مجمل ان ساری باتوں پر ایمان لانا ضروری ہے ان میں سے ایک چیز کو بھی چھوڑ دیا تو بندے کا عقیدہ ٹھیک نہیں ہو گا اپنے عقیدے کو ٹھیک کریں اور جن کے عقیدے غلط ہیں ان سے بھی دور رہیں ان سے الگ رہیں ان کے ساتھ شامل نہ ہوں وہ الگ ہیں اور سنی الگ ہیں، شیعہ الگ ہیں، مرزائی الگ ہیں، ہندو الگ ہیں، سکھ الگ ہیں۔ ہم اہل السنت والجماعت دیوبندی ہیں، ہم سنی ہیں، ہم حنفی ہیں۔ ہمارا تعلق علماء دیوبند کے ساتھ ہے، ہمارے عقیدے قرآن وسنت کے مطابق ہیں اور قرآن وسنت کے خلاف نہیں ہیں۔ اس لیے اپنے عقیدوں کو بالکل ٹھیک ٹھاک رکھنا چاہیے تاکہ عقائد کے اندر کسی قسم کی کمی نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کے متعلق چند عقائد:

اللہ کی ذات کو وحدہ لاشریک لہ مانیں، اللہ کو قادر مطلق مانیں، اللہ کو عالم الغیب مانیں، اللہ کو مختار کل مانیں، اللہ کو شفاء دینے والا مانیں، اللہ کو عزت اور ذلت دینے والا مانیں، اللہ کو اولاد دینے والا مانیں، اللہ رب العزت کو دنیا و جہاں کی پوری کائنات کا مالک مانیں، اللہ رب العزت ہی داتا ہے، اللہ ہی مولا ہے، اللہ ہی کارساز ہے۔ اللہ کے بارے میں عقیدہ رکھے کہ اللہ سمجھ آتا ہے نظر نہیں آتا، اللہ ہر کسی کے دل میں ہے، اللہ عرش پر بھی ہے اور اللہ فرش پر بھی ہے، زمین پر بھی ہے اور آسمان پر بھی ہے کوئی ایسی جگہ نہیں جو اللہ کے قبضہ سے باہر ہو۔ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا (النساء:126)

اللہ کی ذات تمام چیزوں پر محیط ہے:

- اللہ لامکان ہے اللہ کا جسم نہیں ہے۔
- آنکھ سے پاک ہے۔
- کان سے پاک ہے۔
- زبان سے پاک ہے۔
- اللہ ہاتھ اور پاؤں سے پاک ہے۔
- اللہ پکڑنے کے لیے ہاتھ کا محتاج نہیں ہے۔
- دیکھنے کے لیے آنکھ کا محتاج نہیں ہے۔
- سننے کے لیے کان کا محتاج نہیں۔
- بولنے کے لیے اللہ زبان کا محتاج نہیں ہے۔

اللہ ان تمام چیزوں سے پاک ہے، اللہ مالک الملک ہیں۔ اللہ کے بارے یہ عقیدہ رکھیں۔

بشریت انبیاء علیہم السلام:

حضرت آدم علیہ السلام سے خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک سارے انبیاء انسان ہیں، بشر ہیں اور ان کی صفتیں نور والی ہیں۔ صفت کے اعتبار سے نور ہیں اور ذات کے اعتبار سے بشر ہیں، کائنات میں سب سے اعلیٰ ہیں، ان پر جو کتابیں اتری ہیں وہ بھی مانتے ہیں۔

- ◎ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے تورات دی ہے۔
- ◎ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے انجیل دی ہے۔
- ◎ حضرت داؤد علیہ السلام کو اللہ نے زبور دی ہے۔
- ◎ ابراہیم علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو صحیفے دیے ہیں۔
- ◎ خاتم الانبیاء سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے قرآن کریم عطا فرمایا ہے۔

حضور تمام انبیاء علیہم السلام سے اعلیٰ ہیں، آخری نبی ہیں قرآن کریم واضح کتاب ہے، تمام کتابوں سے اعلیٰ ہے۔

صحابہ کرام معیار حق ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سارے کے سارے

- ❖ مومن ہیں۔
- ❖ عادل ہیں۔
- ❖ محفوظ ہیں۔
- ❖ حجت ہیں۔
- ❖ امت کے لیے معیار حق ہیں۔

- اور صحابہ کے ساتھ محبت ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھیں تو انسان ایمان سے نکل جاتا ہے۔ صحابہ کرام سے پیار کرنا ایمان ہے۔ ازواج مطہرات ہماری مائیں ہیں ان سے پیار کرنا ایمان ہے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد، پیغمبر کی بیٹیاں، پیغمبر کے بیٹے، پیغمبر کے داماد یہ سب اہل بیت میں شامل ہیں اور ہمارے ایمان کا حصہ اور ہمارے سر کے تاج ہیں۔ جو لوگ رسول کے صحابہ کو نہ مانیں، اہل بیت کو نہ مانیں وہ ہمارے دشمن ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کو مانیں، پیغمبر کے صحابہ کو نہ مانیں وہ بھی ہمارے دشمن ہیں۔ صحابہ ہمارے ایمان کا حصہ ہیں ہمارے سر کے تاج ہیں اگر آپس میں ان کا اختلاف بھی ہو جائے، ہلکی پھلکی جنگ بھی ہو جائے ہمارا پھر بھی ایمان ہے۔

صحابہ کے بارے میں:

- امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہماری ماں ہیں۔
- حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ہیں۔
- حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ہیں۔
- حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ہیں۔
- حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی ہمارے ہیں۔

جو صحابہ میں سے کسی کے خلاف کوئی جملہ کہے اس کے دانت توڑو! اس کی زبان بند کرو! اسے خاموش کراؤ! کہ خبر دار! جو ہمارے سامنے کسی صحابی کے بارے میں بات کہی۔ یہ جملہ چلتا ہے کہ پنجاں تے باراں دا نام لیندے۔ یہ بارہ کیا ہے؟

انبیاء معصوم ہیں:

نبی معصوم ہے نبی کے بعد کوئی معصوم نہیں ہے جو لوگ نبی کے بعد بارہ اماموں کو معصوم مانتے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان نہیں

لاتے اس لیے کہ نبی معصوم ہوتا ہے، نبی کے بعد کوئی بندہ معصوم نہیں ہے۔

سب صحابہ پاک ہیں:

پنجتن پاک کا نعرہ غلط ہے اس کا مطلب یہ ہوا اللہ کے نبی پاک ہیں علی پاک، فاطمہ پاک، حسن پاک، حسین پاک ہیں اگر صرف یہ پاک ہیں تو پانچ کے علاوہ باقی

◎ امی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ماں ہیں العیاذ باللہ کیا وہ پاک نہیں ہیں؟

◎ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کیا وہ پاک نہیں ہیں؟

◎ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کیا وہ پاک نہیں ہیں؟

◎ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کیا پاک نہیں ہیں؟

◎ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کیا وہ پاک نہیں ہیں؟

◎ اور پیغمبر کی چار بیٹیاں رضی اللہ عنہن کیا وہ پاک نہیں؟

◎ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کیا وہ پاک نہیں ہیں؟

◎ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کیا وہ پاک نہیں ہیں؟

◎ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کیا وہ پاک نہیں ہیں؟

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہم اجمعین۔ یہ سب پاک ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری اولاد اور سارے صحابہ پاک ہیں اس لیے پنجتن پاک والا نعرہ بالکل غلط ہے۔

خلفائے راشدین کی ترتیب:

خلفائے راشدین جن کو "چار یار" کہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد

○ پہلے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

- دوسرے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
- تیسرے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ
- اور چوتھے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

یہ خلفائے راشدین ہیں۔

ائمہ اربعہ اور امام اعظم:

میں کہہ یہ رہا تھا کہ ہمیں اس بات پر ایمان لانا چاہیے کہ اللہ پر ایمان لائیں، انبیاء کرام علیہم السلام پر بھی ایمان لائیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے صحابہ پر ایمان لائیں۔ صحابہ کے بعد ہمارے ائمہ فقہاء گزرے ہیں۔

- ❖ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ
- ❖ امام مالک بن انس رحمہ اللہ
- ❖ امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ
- ❖ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ

ان سارے اماموں کو مانتے ہیں لیکن جو ہمارے امام ہیں جن کی فقہ پر ہم عمل کرتے ہیں ان کا نام ہے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ اور ہماری تمام ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کو اپنے امام کا نام آنا چاہیے۔

اولیاء اللہ کو ماننا چاہیے:

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ یہ ہمارے بہت بڑے امام ہیں ہم انہی کی فقہ پر عمل کرتے ہیں انہی کی وجہ سے اپنے آپ کو حنفی بھی کہتے ہیں۔ ہم ان کو بھی مانتے ہیں پھر امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے بعد جتنے اولیاء ہیں، فقہاء ہیں سب کو مانتے ہیں۔ انبیاء کو ماننا چاہیے، ولی کی بیعت کرنی چاہیے، ولی کی کرامت ماننی چاہیے، ولی شریعت پہ چلتا ہے، ولی سے دعا کرانی چاہیے۔ یہ سارے کام کرنے کے ہیں۔

بیعت کی اہمیت:

علماء سے تعلق رکھنا، علماء سے پوچھنا، علماء کی دی ہوئی ہدایت کے مطابق چلنا، علماء سے بیعت کرنا یہ ہمارے ذمہ ہے۔ بیعت صرف مردوں کے لیے ہی نہیں ہے عورتوں کے لیے بھی ہے۔ مرد بھی بیعت کریں اور اپنے پیر، شیخ، ولی سے پوچھ کر چلیں، عورتیں بھی بیعت کریں اور اپنے پیر، شیخ، ولی سے پوچھ کر چلیں، اس صورت پر عمل کریں پھر جو بات ان کا پیر کہہ دے اس پر عمل کریں لیکن یہ ضروری ہے کہ بیعت اس سے کریں جو شریعت کا پابند ہو، اس کو کسی بڑے شیخ نے اجازت دی ہو، علماء اس کے ساتھ تعلق رکھتے ہوں، دین داروں کا طبقہ اس کے ساتھ جڑا ہوا ہو، دنیا بٹورنے کی بجائے امت کو دین دیتا ہو تو ایسے شخص کی بیعت کرنی چاہیے، اس سے پوچھ پوچھ کر چلنا چاہیے۔

کرامات پر ایمان لانا:

اولیاء کو ماننا، اولیاء کی کرامات کو ماننا بہت ضروری ہے عالم کی اس کے علم کی وجہ سے توہین کرنا کفر ہے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے۔ جو اولیاء کی توہین کرے تو اللہ تعالیٰ اعلان جنگ فرماتے ہیں۔ میں بتا یہ رہا تھا کہ سارے عقیدے مانیں۔ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا ، ساری کتابیں مانیں؛ تورات، انجیل، زبور، قرآن مجید ان کو مانیں، انبیاء کرام سارے مانیں، کسی نبی کو گالی مت دیں، کسی نبی کو برا مت کہیں اس سے آدمی ایمان سے نکل جاتا ہے۔ یہودی موسیٰ علیہ السلام کو مانتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انکار کر دیتے ہیں ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی مانتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی مانتے ہیں۔ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا ، کامیابی کے لیے دوسری چیز یہ ہے کہ انسان کے اعمال سنت کے مطابق ہونے چاہیں۔ بدعات سے بچے، سنت کا اہتمام کرے

، زندگی سے لے کر موت تک، پیدا ہونے سے لے کر وفات تک، بچپن سے لے کر بڑھاپے تک اور اسی طرح لحد تک، پنگھوڑے سے لے کر قبر تک، ماں کے پیٹ سے لے کر قبر میں جانے تک شریعت پر عمل کرے اور بدعات سے بچے۔

بدعات سے پرہیز:

ہمارے ہاں نت نئی بدعات آتی ہیں اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ کبھی کنڈے کی رسم ہے، کبھی قل کی رسم ہے، کبھی ساتویں کی رسم ہے، کبھی چالیسویں کی رسم ہے، کبھی دسویں کی رسم ہے نہ معلوم کیا کیا خرافات ہیں۔ اللہ ان بدعات سے ہمیں بچائے۔

سنت پر عمل کی فضیلت:

سنت کے مطابق عمل کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من أحیٰ سُنَّة من سُنَّتی أمِیتَتْ بعدی فقد أحبنی ومن أحبنی کان معی فی الجنة جب میری سنت ختم ہو جائے تو جو بندہ اس کو زندہ کرے وہ میرے ساتھ محبت کرتا ہے اور جو میرے ساتھ محبت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔ اللہ مجھے بھی اور آپ کو بھی جنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جگہ عطا فرما دیں، اللہ کے نبی کی صحبت عطا فرما دیں، نبی کی معیت عطا فردیں۔ اسلیے سنت کا اہتمام کریں اور بدعات سے بچیں

بنیادی اعمال:

اعمال میں بنیادی عمل یہ ہیں کہ کلمہ پڑھیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پانچ وقت کی نماز پڑھیں، اگر اللہ توفیق عطا فرمائے تو زکوۃ ادا کریں۔

زیورات کی زکوٰۃ:

ہمارے ہاں بہت سی عورتیں ہیں ان کے ہاں زیور موجود ہوتا ہے عورت

اپنے پاس زیور رکھتی ہے اور سال بعد زکوۃ نہیں دیتی اور شوہر کو کہتی ہے کہ زکوٰۃ تم دو، اب اگر شوہر دے دے تو اس کی مہربانی ہے اگر نہ دے تو زکوۃ اس عورت کے ذمے ہے جو زیور کی مالک ہے۔ اگر شوہر دیتا ہے تو اس کی مرضی ہے اگر نہیں دیتا تو اس کے ذمے عورت کے زیور کی زکوٰۃ ادا کرنا نہیں ہے عورت خود زکوۃ ادا کرے۔

زیور کا استعمال:

عورت کو اگر زیور رکھنے کا شوق ہے تو شریعت منع نہیں کرتی لیکن دکھلاوے کے لیے نہ ہو، دوسروں کو ذلیل جاننے کے لیے نہ ہو، زکوۃ ادا کرے اور اللہ کا شکر ادا کر کے پہنے۔ عورتوں کی مجلس ہو تو اس میں پہن لے، اپنے شوہر کے لیے پہنے، شوہر کے لیے بناؤ سنگھار کرے تو عبادت کا ثواب ملتا ہے اور غیروں کے لیے کرے تو گناہ ملتا ہے اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں، نبی کے احکامات ہیں۔

پردے کا اہتمام:

جب گھر سے باہر نکلے پردہ کر کے نکلے، باریک لباس پہن کے نہ نکلے، باہر جاتے وقت خوشبو استعمال نہ کرے اگر گھر میں خوشبو استعمال کرے تو بہتر ہے گھر کے علاوہ ایسی جگہوں پر بغیر خوشبو استعمال کیے جانا چاہیے۔ اس کا بہت اہتمام کریں۔ پردے کے بغیر عورتیں باہر نہ نکلیں، برقعہ پہن کے جائیں اور اگر برقعہ نہیں تو بڑی چادر لیں، چادر سے ہاتھوں کو ڈھانپ کے جائیں اور اس کے اندر کپڑے نظر نہ آئیں محسوس ہی نہ ہو کہ عورت بوڑھی ہے یا جوان ہے اس انداز میں پردہ کرے یہ ہماری ذمہ داری میں شامل ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح احکامات پردے کے بارے میں موجود ہیں۔

عمل سنت کے مطابق:

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ، کہ اعمال کرے اور سنت کے مطابق کرے اور سنت کے مطابق آدمی عمل تب کرتا ہے جب سنت کو جانتا ہو، سنت کا علم ہو اور یہ مدارس جاننے کے لیے ہیں، مدارس شریعت پڑھنے کے لیے ہیں، مدارس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو عام کرنے کے لیے ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے اپنی بچیاں بھی بھیجیں اور خود بھی وقت نکالیں۔ بڑی عورتیں اپنے ماحول کو ٹھیک کریں استانیاں موجود ہیں دعائیں پڑھیں، قرآن کریم کو ٹھیک کریں اللہ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

دعوت والا کام

تیسری چیز جس پر کامیابی کا مدار ہے وہ یہ ہے کہ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ، کہ جو صحیح عقیدہ اور نیک عمل آپ کے پاس موجود ہے اس کی دعوت دیں، اس کو عام کریں جو بیان سنا ہے اسے آگے عام کریں، بنات اہل السنۃ ماہنامہ رسالہ پڑھیں دوسروں کو بھی دیں خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی سکھائیں۔ یہ دین کی شاخ مردوں کے ذمے ہے ان کے حدود کے مطابق ہے عورت کے ذمے ان کے حقوق کے مطابق ہے عورت کی سب بڑی دینی خدمت یہی ہوتی ہے کہ عورت خاوند کے راستے میں رکاوٹ نہ بنے تعاون کرے، خاوند کی مدد کرے، خاوند کو دینی امور میں آگے چلانے کی کوشش کرے اپنی اولاد کو موقع فراہم کرے اپنے بھائیوں کو موقع فراہم کرے ان کی بھرپور خدمت کرے انہی امور میں ان کا ساتھ دے۔

تحمل، بردباری اور صبر:

اور چوتھی چیز یہ ہے کہ: وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ، شریعت پر عمل کرے اگر کوئی مشکل آجائے تو خندہ پیشانی سے برداشت کرے اور شریعت کو

چھوڑے نہیں یہ مردوں کے بھی ذمے ہے اور عورتوں کے ذمے بھی۔

میری ”امی جان“ کے ایمان افروز جملے:

ہمارے گاؤں کی عورتیں بہت اچھی طرح جانتی ہیں جس وقت میں جیل میں تھا چھوٹا بھائی شعیب جیل میں اور اس سے چھوٹا خبیب جیل میں تھا اور امی جان﷫ اللہ ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، اللہ ان کی مغفرت فرمائے درجات بلند فرمائے، جتنے دینی کام اللہ نے ہم سے لیے ہمارے والدین کے لیے صدقہ جاریہ بنا دے﷫ گاؤں کی عورتوں نے ہماری امی سے یہ بات کہی تھی کہ اب بیٹوں کو روک لو! بہت جہاد کر لیا بہت جیلیں کاٹ لی ہیں، اپنے پاس رکھو تو امی نے یہ بات فرمائی تھی کہ شریعت نہیں روکتی تو میں کون ہوتی ہوں روکنے والی، میں اپنے بیٹوں کو روک کر مجرم اور گنہگار نہیں بن سکتی، ماں کا اس طرح دل ہونا چاہیے اپنی اولاد کو دین کے لیے پیش کرے۔ اولاد نے ساتھ چھوڑ دینا ہے، اولاد نے دنیا سے چلے جانا ہے، نیک اولاد ہوگی تو والدین کے لیے نیکی کا سبب بنے گی، اچھا نام والدین کا ہوگا، دنیا میں عزت ہوگی، قبر میں راحت ہوگی اور دعا کریں اللہ ہم سب کے عقیدے بھی صحیح فرمادے اور اعمال بھی سنت کے مطابق کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ اللہ رب العزت ہمیں دین پھیلانے کی توفیق دے۔ عافیت کے ساتھ دین کی خدمت کرنے کے لیے قبول فرمالیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

خصوصیاتِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ، وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ : اَلنَّبِيُّ أَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجُهٗ أُمَّهَاتُهُمْ ۔ (سورۃ الاحزاب:6)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

نبی اول نبی آخر:

اللہ رب العزت نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی، رسول، خاتم الانبیاء اور خاتم المرسلین بنا کر بھیجا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کائنات کے وہ نبی ہیں کہ جن کو اللہ رب العزت نے سب سے پہلے نبوت عطا فرمائی ہے، اور سب سے آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نبوت کا اظہار کرایا ہے۔ ہم سب امتی ہیں اور قیامت تک آنے والے تمام انسان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ نبی ہیں بحیثیت نبی امت سے کئی چیزوں میں ممتاز، فائق اور بلند وبالا ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت ساری خصوصیات وہ ہیں جو

امت تو کیا انبیاء میں سے کسی کو بھی نہیں ملیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے بحیثیت نبی بہت ساری چیزیں عطا فرمائی ہیں۔ ان میں سے میں آپ کی خدمت میں صرف دو تین باتوں کا ذکر کرتا ہوں۔

نبی کی تین امتیازی خصوصیات:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء معصوم ہیں۔ کسی بھی نبی نے کبھی بھی نہ نبوت کا اظہار کرنے سے پہلے نہ نبوت کا اظہار کرنے کے بعد گناہ کیا ہے، نہ چھوٹا گناہ کیا ہے نہ بڑا گناہ کیا ہے۔ اللہ رب العزت کسی بھی نبی کو چھوٹے سے چھوٹا گناہ کرنے سے بچا لیتے ہیں۔

1. ایک بات تو یہ ذہن نشین کرلیں کہ نبی معصوم ہے۔
2. دوسری بات یہ ذہن نشین کرلیں کہ جس طرح نبی کا جسد اطہر یہاں (دنیا میں) محفوظ ہے اسی طرح نبی کا جسد اطہر موت کے بعد قبر مبارک میں بھی محفوظ ہے۔
3. اور تیسری بات یہ ذہن نشین کرلیں کہ جس طرح نبی کی دنیا میں حیات عام لوگوں سے ممتاز ہوتی ہے اسی طرح قبر اور موت کے بعد بھی نبی کی حیات دوسری دنیا سے ممتاز ہوتی ہے۔

پیغمبر کی خصوصیات تو کئی ہیں، میں ان میں سے صرف تین خصوصیات آپ کی خدمت میں پیش کرنے لگا ہوں:

1. نبی معصوم ہے۔
2. نبی کا جسد اطہر محفوظ ہے۔
3. نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کا جسد اطہر زندہ ہے۔

ذات بھی معصوم، بات بھی معصوم:

اللہ رب العزت نے نبی کو جو چیزیں عطا فرمائیں وہ بہت ساری ہیں ان میں

سے تین باتیں میں آج کی مجلس میں سمجھاؤں گا آپ اس کو سمجھنے کی کوشش فرمائیں۔

پہلی دلیل:

قرآن کریم میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں: وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ. إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ. (سورۃ النجم: 3،4)

دوسری دلیل:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بات بھی اپنی مرضی سے نہیں کرتا بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو بات بھی کرتا ہے اللہ کے حکم سے کرتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے: فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ۔ (سورۃ الانعام: 90)

تیسری دلیل:

دیکھیں تم سب کو انبیاء کی ہدایت اور راہنمائی کی اقتداء کرنی چاہیے۔ ایک اور مقام پر اللہ رب العزت فرماتے ہیں: قُلْ إِنْ كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي.

(سورۃ آل عمران: 31)

اگر تم اللہ کے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو پھر تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو۔ نبی کے نقش قدم پر چلو۔ اب اگر پیغمبر کی ذات ہی معصوم نہ ہو اور پیغمبر کی ذات ہی گناہ کرتی ہو تو پھر نبی کے نقش قدم پر چلوگے کیسے؟ اگر پیغمبر ہی گناہ کرتا ہو پھر نبی کی زبان پر اعتماد کیسے ہو سکتا ہے؟

سنی، حنفی، دیوبندی:

ہم اہل السنت و الجماعت احناف دیوبند پیغمبر کی زبان پر بھی اعتماد کرتے ہیں، پیغمبر کی سوچ پر بھی اعتماد کرتے ہیں، پیغمبر کی فہم اور سمجھ پر بھی اعتماد کرتے ہیں، نبوت کی سوچ اور دل و دماغ پر بھی اعتماد کرتے ہیں۔

یعنی نبی جو سوچے وہ بھی ٹھیک اور نبی جو بولے وہ بھی ٹھیک اور نبی جو کرے وہ بھی ٹھیک۔ نہ نبی کا کرنا گناہ ہے نہ نبی کا بولنا گناہ ہے نہ نبی کا سوچنا گناہ ہے۔ نبوت کو خدا ان تمام عیبوں اور گناہوں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ نبی کے جتنے بھی کام ہیں ان میں نبی کی خواہشات کو کوئی دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ نبی خالص اللہ کا حکم سمجھ کر، اللہ کا دین سمجھ کر اور اللہ کی مرضی سمجھ کر اس پر عمل کرتا ہے۔ اس پر کئی ایک مثالیں ہیں۔ میں صرف ایک مثال سمجھانے کے لیے عرض کرتا ہوں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی جداگانہ فضیلت:

خاتم الانبیاء حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں گیارہ مبارک نکاح فرمائے ہیں۔ ان میں سے دو بیویاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یعنی حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور حضرت زنیب رضی اللہ عنہما تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی دنیا سے پردہ فرما گئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا جنازہ پڑھایا ہی نہیں۔ اس لیے کہ اس وقت تک جنازے کا حکم اللہ نے اتارا ہی نہیں تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھایا ہے۔ آپ کی گیارہ بیویوں میں سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو یہ اعزاز ملا ہے کہ ان کا جنازہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں آخر دم تک آپ کی زندگی میں آپ کے نکاح میں تھیں۔

نبی کا عمل منشاء خداوندی ہوتا ہے:

اس پر میں ایک بات سمجھانے لگا ہوں کہ بہت سارے کفار نے اعتراض کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر نکاح کیوں کئے ہیں؟ اہل اسلام نے اس کا جواب دیا ہے کہ پیغمبر کا کوئی نکاح اپنی مرضی سے نہیں ہے، اللہ کی مرضی سے ہے۔ اس بات کا اندازہ کریں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا نکاح اس وقت کا

ہے جب عمر 25 سال ہے اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عمر 40 سال ہے۔ 25 سال کا مرد 40 سال کی عورت سے نکاح نہیں کرتا اور 40 سال کی بھی بیوہ خاتون۔ اس سے پتہ چلا کہ یہ نکاح بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی خواہش پر نہیں ہے بلکہ تکوینی طور پر اللہ کے امر سے ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج میں سے سب سے کم عمر زوجہ اور بیوی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ام المومنین کا نکاح اس وقت ہوا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 52 سال ہے اور امی عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک آٹھ یا نو سال بنتی ہے۔

محض اللہ کا حکم ہوتا ہے:

دیکھیے کہاں آٹھ یا نو سال کہاں 52 سال؟! اس سے پتہ چلا کہ اگر 25 سال کا 40 سال سے اور 52 سال کا 7 سال کی عمر سے نکاح کرے تو یہ اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اللہ کے حکم سے ہے۔ میں یہ ایک مثال اس لیے دے رہا تھا تاکہ یہ بات سمجھ میں آجائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی عمل فرماتے اپنی خواہشات کی وجہ سے نہیں فرماتے تھے بلکہ اللہ کے حکم سے فرماتے تھے اور یہ معاملہ صرف اللہ کے نبی کا نہیں بلکہ تمام انبیاء کا ہے۔ اگر نبی پر وحی نہ آئی ہو اور اپنے اجتہاد سے نبی نے کوئی عمل فرمالیا ہو اور اس میں خطا ہو تو اللہ اس خطا کے خلاف وحی نازل فرمادیتے ہیں۔ اور نبی کو خدا گناہ کے قریب بھی نہیں پہنچنے دیتے۔

حفاظت خداوندی:

حضرت یوسف علیہ السلام کی مثال دیکھ لیں۔ کہاں یوسف علیہ السلام بچپن میں گئے ہیں؟ غلامی میں گئے ہیں، شاہ مصر کے گھر پہنچے ہیں اور ان کا ایک وقت آیا خدا نے خزانے کا قلم دیا ہے، عزیز مصر کے وزیر بنے ہیں اور عزیز مصر کی گھر والی حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں غلط خیال رکھتی تھی۔ ایسا ماحول کہ آدمی نوجوان بھی

ہو اور دعوت دینے والی بادشاہ یا وزیر کی بیوی ہو اور گناہوں کے سارے اسباب موجود ہوں، ایسے موقع پر بندہ گناہ نہ کرے یہ سوائے اللہ کے فضل سے نہیں ہو سکتا۔ اس لیے یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا: إِنَّ النَّفْسَ لَأَمَّارَةٌ بِالسُّوءِ إِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّي.

(سورۃ یوسف: 53)

دیکھو جو بھی نفس ہو وہ حکم گناہوں کا دیتا ہے۔ ہاں جس پر اللہ رحم فرمادے اللہ اس کو گناہوں سے بچا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں: كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ . (سورۃ یوسف:24)

یہ نہیں کہ ہم نے یوسف کو برائی سے دور رکھا بلکہ فرمایا کہ ہم نے برائی کو یوسف علیہ السلام کے قریب بھی نہیں جانے دیا۔ اس قدر ماحول میں بھی نبی گناہوں کی دنیا سے بچ جاتا ہے جہاں بچنا بندے کے بس میں نہیں ہوتا۔

شرک اکبر و شرک اصغر:

میں دوسرا واقعہ سنا رہا ہوں۔ ایک حضرت یوسف علیہ السلام کا اور دوسرا خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ نبی کی زندگی میں نبی کی اپنی خواہشات کو دخل نہیں ہوتا۔ خواہش پر عمل کرنا تو چھوٹے درجے کا شرک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ. (سورۃ الجاثیۃ:23)

اے پیغمبر! کیا آپ نے ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے؟ تو معلوم ہوا کہ اپنی خواہشات پر عمل کرنا جو خلاف شریعت ہوں تو گویا کہ چھوٹے درجے کا شرک ہے اور اللہ تعالیٰ نبی کو شرک خفی اور شرک جلی، شرک اصغر اور شرک اکبر، چھوٹے اور بڑے تمام قسم کے شرک سے محفوظ رکھتے ہیں

مقام نبوت اور ذنب کا معنیٰ:

نبی کی ذات معصوم ہوتی ہے، نبی سے کبھی بھی گناہ سرزد نہیں ہوتا۔ میں یہ

بات سمجھا رہا تھا اور اگر قرآن کریم میں کہیں ہے بھی جس سے لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے جیسے ﴿مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ (سورۃ الفتح:2)

اے نبی! اللہ نے آپ کے ذنب معاف کر دیے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ دیکھو! ذنب کا لفظ بولا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ العیاذ باللہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی گناہ کیا ہے۔ یہاں یاد رکھیں کہ ذنب کا معنیٰ گناہ نہیں ہے بلکہ ”ذنب“ ایسا لفظ ہے جب اس کی نسبت نبی کی طرف ہو تو معنیٰ اور ہے امت کی طرف ہو تو معنیٰ اور ہے۔

لفظ محبت کا معنیٰ بدل جاتا ہے:

جیسے ”محبت“ ایک لفظ ہے جب اس کی نسب ماں کی طرف ہو تو معنیٰ الگ ہوتا ہے، بہن کی طرف ہو تو معنیٰ الگ ہوتا ہے، بیٹی کی طرف ہو تو معنی الگ ہوتا ہے اور اگر بیوی کی طرف ہو تو معنیٰ الگ ہوتا ہے۔ محبت لفظ ایک ہی ہے لیکن نسبت کے بدلنے سے معنیٰ بدل جاتا ہے۔ ذنب لفظ ایک ہی ہے نسبت کے بدلنے سے معنیٰ بدل جاتا ہے۔ امتی کی طرف آئے تو معنیٰ گناہ ہوتا ہے اور پیغمبر کی طرف آئے تو معنیٰ گناہ نہیں بلکہ پیغمبر کی بھول چوک ہوتا ہے جس کو گناہ نہیں کہتے۔

عصمت انبیاء کی عقلی دلیل:

میں سمجھا رہا تھا کہ نبی کی ذات معصوم ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ پیغمبر سے گناہ نہیں ہونے دیتے اور معصوم نبی کی ذات کیوں ہے؟ اس کی بنیادی اور عقلی وجہ سمجھیں کہ اللہ رب العزت نے انسان کو مٹی اور آسمانی روح سے بنایا ہے اور مٹی زمین والی اور روح آسمان والی ہے۔ کچھ انسان کے جسم میں تقاضے مٹی کے ہیں اور کچھ تقاضے آسمانی روح کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِنْ حَمَإٍ

مَسۡنُونٍ﴾ ہم نے انسان کو مٹی سے بنایا ہے۔ کچھ آگے فرمایا: ﴿فَإِذَا سَوَّيۡتُهُۥ وَنَفَخۡتُ فِيهِ مِن رُّوحِي﴾ اور میں نے جب اس کو برابر کر دیا اور اس میں روح کو ڈال دیا ﴿فَقَعُوا۟ لَهُۥ سَاجِدِينَ﴾ پھر فرمایا ملائکہ سے کہ اسے سجدہ کرو مٹی کا جسم پھر آسمانی روح۔ کچھ تقاضے مٹی کے جسم کے ہیں اور کچھ تقاضے آسمانی روح کے ہیں۔

جسم اور روح کی دوا:

مٹی کے تقاضے کیا ہیں ؟ کیونکہ اللہ نے آدمی کا جسم مٹی سے بنایا اب اگر آدمی کے جسم کو خوراک چاہیے تو اللہ نے خوراک انسان کے بدن کی مٹی سے پیدا فرمائی ہے۔ اسی طرح انسانی جسم مٹی سے بنایا اگر یہ بیمار ہو جائے تو اس کو علاج کے لیے دوا چاہیے جسم جب مٹی کا ہے تو دوا بھی مٹی سے بنتی ہے۔ اللہ نے روح کو آسمان سے نازل فرمایا۔ اگر انسان کی روح کو خوراک چاہیے تو خوراک بھی آسمان سے آتی ہے اور اگر انسان کی روح کو دوا چاہیے تو آسمانی روح کی دوا بھی آسمان سے آتی ہے۔

انسانی روح و جسم کے معالج:

بالکل اسی طرح کبھی آدمی کا جسم بیمار ہوتا ہے اور کبھی روح بیمار ہوتی ہے۔ اگر جسم بیمار ہو جائے تو اسے طبیب چاہیے جس کو حکیم اور ڈاکٹر کہتے ہیں، اگر روح بیمار ہو جائے تو اس کو طبیب چاہیے جسے نبی اور رسول کہتے ہیں۔ تو جسم کے طبیب کا نام ڈاکٹر اور حکیم ہے اور روح کے معالج کا نام نبی اور رسول ہے۔ کسی بھی طبیب کا جس مرض کا وہ ماہر ہو اس میں مبتلاء ہونا اس کا عیب ہوتا ہے۔ آنکھوں کا ڈاکٹر ہو اور خود نابینا ہو تو یہ اس کا عیب ہے۔

نبی طبیب روحانی ہوتا ہے:

نبی کیونکہ امراض روحانیہ کے معالج ہیں۔ مرض روحانی کا نام گناہ ہے، پیغمبر

اگر گناہ کرے تو گویا جس مرض کا معالج اسی مرض میں مبتلاء ہو یہ طبیب کا عیب ہوتا ہے۔ اللہ نبی کی ذات کو عیوب سے پاک رکھتے ہیں۔ میں بتا یہ رہا تھا یہ عقیدہ بنالیں کہ نبی معصوم ہوتا ہے، نبی پاک ہوتا ہے۔ نبی کی ذات سے گناہ نہیں ہوتا۔

غلط عقیدے کی تردید:

ہمارے ہاں ایک لفظ چلتا ہے "پنجتن پاک"۔ پنجتن پاک کا لوگ معنیٰ کیا سمجھتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ پاک، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پاک، حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما پاک اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاک۔ یہ نہایت غلط عقیدہ اور غلط نظریہ ہے کبھی بھی اپنی زبان سے نہ کہا کریں پنجتن پاک۔ پنجتن پاک کا معنیٰ کیا ہوگا؟ اب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پاک ہیں تو فاطمہ کی والدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کیا پاک نہیں ہے؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر فاطمۃ الزہراہ رضی اللہ عنہا پاک ہیں تو ان کی باقی تین بہنیں حضرت زینب، رقیہ، ام کلثوم رضی اللہ عنہن کیا پاک نہیں؟ العیاذ باللہ! اگر رسول کے داماد علی پاک ہیں تو کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پاک نہیں ہے؟ اگر داماد پاک ہیں تو کیا ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم العیاذ باللہ پاک نہیں ہیں؟ اس لیے پنجتن پاک کا لفظ نہ بولا کریں، بلکہ یہ کہا کریں کہ نبی کے سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پاک ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری بیٹیاں پاک ہیں، نبی کی ساری بیویاں پاک ہیں، نبی کے سارے اہل بیت اور سارے صحابہ پاک ہیں۔ رسول کی ذات گرامی پاک ہے ناپاکی کا تصور بھی نہیں۔

حفاظت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم:

پہلا مسئلہ یہ کہ نبی کی ذات پاک ہے، معصوم ہے۔ دوسرا مسئلہ اور دوسری صفت کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر جس طرح دنیا میں محفوظ ہے اسی طرح موت کے بعد قبر میں بھی محفوظ ہے۔ قرآن کریم میں ہے: ﴿وَاللّٰهُ يَعۡصِمُكَ

مِنَ النَّاسِ﴾ (سورۃ المائدۃ:67)

جب تک یہ آیت نازل نہ ہوئی تھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گارڈ رکھتے تھے، اپنے پہرے دار رکھتے تھے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کبھی بھی ایک لمحہ کے لیے بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا نہیں چھوڑتے تھے کہ جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت اور سیکورٹی کا مسئلہ درپیش آئے۔ جب قرآن پاک کی آیت اتری: ﴿وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾

میرے پیغمبر! اللہ آپ کو لوگوں سے بچائیں گے اب کوئی بندہ آپ کو قتل نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد آپ نے گارڈ ختم فرما دیے کہ اب وحی آگئی ہے، اب وعدہ الٰہی آچکا ہے اب تو کوئی شک کی بات نہیں ہے، لیکن اس کے علاوہ اگر غور کیا جائے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اپنی ذات کی حفاظت کا انتظام فرمایا ہے۔

جسم اطہر کی حفاظت...... حکمت:

تو میں یہ بات سمجھا رہا تھا کہ پیغمبر کی ذات جس طرح معصوم ہے اسی طرح پیغمبر کی ذات قبر اطہر میں بھی محفوظ ہے۔ محفوظ ہونے کا معنیٰ ہے کہ جس طرح دنیا میں نبی کے جسم اطہر کو کوئی خراب نہیں کر سکتا تو موت کے بعد پیغمبر کے جسد کو حشرات الارض میں سے کوئی چیز خراب نہیں کر سکتی۔ حتیٰ کے مٹی بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کو خراب نہیں کر سکتی۔ حدیث مبارک میں ہے: إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ.

(سنن ابی داؤد، باب فضل یوم الجمعة ولیلة الجمعة

کہ پیغمبر کی ذات محفوظ ہے اور پیغمبر کی ذات کو اللہ ہمیشہ محفوظ رکھتے ہیں۔

علمی نکتہ:

مٹی نبی کے جسم کو نہیں کھا سکتی۔ ایک نکتہ ذہن نشین فرما لیں کہ نبی کے

جسد اطہر کو مٹی کیوں نہیں کھا سکتی؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مٹی زمین کی مٹی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی مٹی جنت والی۔ تو جنت والی مٹی کو زمین والی مٹی کیسے کھا سکتی ہے؟ اس لیے یہ دنیاوی مٹی نبوت کے وجود کو نہ کھا سکتی ہے نہ خراب کر سکتی ہے۔ تو پیغمبر کی ذات اطہر بھی محفوظ ہے۔

نور الدین زنگی کا واقعہ:

بعض بد بختوں نے کوشش بھی کی ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر تک پہنچنے کی، لیکن اللہ رب العزت نے حفاظت فرمائی۔ جس طرح نور الدین زنگی کے دور میں کچھ گوروں اور بے ایمانوں نے کوشش کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو زمین سے نکال لیں۔ تو خواب کے ذریعے ان کو حکم ہوا اور نور الدین زنگی نے وہاں جا کر بد معاشوں کو گرفتار کر لیا اور ان کو قتل کر دیا جو پیغمبر کے وجود اطہر کو زمین کے اندر نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔ اللہ نے نبی علیہ السلام کے جسم کو محفوظ فرما دیا ہے۔ زمین اور مٹی کے اجزاء پیغمبر کے وجود کو نہیں کھا سکتے، پیغمبر کا جسم بالکل محفوظ ہے اس پر میں ایک چھوٹا سے واقعہ عرض کرتا ہوں۔

قبولیت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ:

یہ واقعہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے جس پر بعض حضرات کو اشکال پیدا ہوتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے خواب دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اطہر قبر مبارک میں بکھرا ہوا ہے اور حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس کو جمع کیا ہے۔ اشکال یہ تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو مٹی کھا ہی نہیں سکتی تو ہمارے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ جن کے ہم مقلد ہیں انہوں نے کیسے دیکھ لیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈیاں بکھری ہوئی ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو مٹی

نہیں کھا سکتی۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حالت بیداری میں نہیں دیکھا حالت خواب میں دیکھا ہے اور جب کوئی خواب میں دیکھے تو اس کی تعبیر پوچھتا ہے کہ اس کی تعبیر کیا ہے؟ بسا اوقات خواب میں چیز کچھ اور ہوتی ہے اور اس کی تعبیر بالکل اور ہوتی ہے۔ اب خواب کی تعبیر پوچھیں یہ اعتراض تو نہ کریں کہ امام اعظم رحمہ اللہ نے دیکھا ہے۔ اس لیے پتہ چلا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اطہر کو مٹی کھا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس خواب کی تعبیر کے لیے اپنے شاگرد کو امام ابن سیرین کے پاس بھیجا۔ امام ابن سیرین نے فرمایا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ جو رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں دنیا میں پھیل گئی ہیں ان کو یکجا کرنے کا کام اللہ رب العزت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے لے گا۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اطہر کا نام دین:

اب اس کی تعبیر یہ کیوں دی ہے؟ میں بات سمجھانے کے لیے کہتا ہوں کہ عام امتی کے اعمال کا نام دین ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اطہر کا نام دین ہے۔ وجود اطہر کو دیکھا خواب میں پھیلا ہوا، اس کا معنیٰ یہ کہ پیغمبر کی سنتیں دنیا میں پھیل گئیں ہیں۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ (سورۃ الانفال:33)

کہ جب تک امت گناہوں سے استغفار کرے خدا عذاب نہیں دیتے۔ بعض حضرات سے ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ جس طرح نبی کا وجود اس دنیا میں ہو اللہ امت کو عذاب سے بچالیتے ہیں نبی دنیا سے چلے جائیں اور پیغمبر کی سنت دنیا میں موجود ہو اللہ تب بھی امت کو عذاب سے بچالیتے ہیں۔

نبی معصوم، جسم محفوظ:

میں بتا یہ رہا تھا کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے خواب کا

مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے نبی علیہ السلام کے وجود کو دین بنایا ہے تو نبی کے وجود کو خواب میں دیکھنا کہ بکھرا ہے گویا کہ رسول پاک کا دین دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ تو ایک مسئلہ یہ ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ہیں۔ دوسرا مسئلہ یہ کہ قبر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اطہر محفوظ ہے۔

عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

تیسرا وصف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جو امت سے بالکل ممتاز ہے اور الگ ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر اطہر میں جو مدینہ والی ہے اس میں زندہ ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زندگی ہے دنیا میں جسے ہم دیکھتے ہیں اور ایک زندگی ہے قبر مبارک کی جسے ہم نہیں دیکھتے۔ برزخ کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ برزخ عربی زبان کا لفظ ہے ﴿وَمِنْ وَرَائِهِمْ بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ﴾

(سورۃ المومنون:100)

قرآن کریم میں ہے برزخ کا معنی ہے پردہ۔ جس طرح پردہ کے پیچھے کوئی چیز ہو تو نظر نہیں آتی اسی طرح پیغمبر زندہ ہیں لیکن ان کی زندگی ہم سے پردہ میں ہے۔ ہمیں پتہ نہیں کہ پیغمبر کس طرح زندہ ہیں۔ لیکن یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔

عقیدہ حیات کا ثبوت:

اور اس پر آیات بھی ہیں اس پر احادیث بھی ہیں اور اس پر امت کے علماء کا اتفاق بھی ہے۔ جسے اجماع امت کہتے ہیں۔ گویا عقل بھی کہتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ ابھی جو میں نے حدیث مبارک سنائی ہے اس بات پر کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد اطہر قبر مبارک میں محفوظ ہے۔ اس حدیث کو سمجھیں تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ذہن

کیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن مبارک کیا تھا۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نظریہ:

حدیث مبارک میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو فرمایا کہ مجھ پر درود پاک پڑھا کرو۔ کیوں؟ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ مَعْرُوضَةٌ عَلَيَّ۔ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نظریہ:

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے تعجب سے پوچھا یَا رَسُولَ اللّٰہِ وَکَیْفَ تُعْرَضُ صَلَاتُنَا عَلَیْكَ وَقَدْ أَرَمْتَ۔ اللہ کے پیغمبر! ہمارا درود آپ پر کیسے پیش ہو گا؟ آپ تو مٹی میں مل جائیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ۔ اللہ پاک نے مٹی پر حرام فرمادیا ہے کہ مٹی نبی کے وجود کو کھائے۔ اب اس سوال اور جواب میں جوڑ کیسے ہے؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر درود پڑھا کرو تمہارا درود پیش ہوتا ہے۔ صحابہ نے کہا آپ کا وجود تو مٹی میں مل جائے گا درود کیسے پیش ہو گا؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا اللہ پاک نے مٹی پر نبی کے وجود کو کھانا حرام فرمادیا ہے۔

جواب بنے گا کیسے؟

جواب یوں بنے گا کہ اگر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرماتے کہ اللہ کے نبی کے جسم پر درود پیش نہیں ہوتا تو جب صحابہ نے سوال کیا کہ آپ کا جسم تو مٹی میں مل جائے گا درود کیسے پیش ہو گا؟ تو اللہ کے نبی فرمادیتے کہ جسم اگر مٹی میں مل بھی جائے گا تو جسم نے تو درود سنناہی نہیں درود تو میری روح سنتی ہے یہ نہیں فرمایا بلکہ اللہ کے نبی نے فرمایا اللہ پاک نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ میرے وجود کو کھائے۔ اس کا

معنیٰ یہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہن میں بھی یہ تھا کہ سننا اسی جسم نے ہے اور نبی کا ذہن بھی یہ تھا کہ سننا اسی جسم نے ہے۔ درود جو پیش ہوتے ہیں اس جسم پر پیش ہوتے ہیں۔ تبھی تو فرمایا کہ جسم محفوظ رہتا ہے۔ اس حدیث سے جہاں یہ بات پتہ چلی کہ نبی کا جسم محفوظ ہے وہاں یہ بھی پتہ چلا کہ نبی کا جسم مبارک اپنی قبر میں زندہ ہے، پھر حیرانگی کیوں؟

اس لیے ہم اہل السنت والجماعت کو یہ نظریہ اور عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اللہ کے نبی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ کیسے زندہ ہیں؟ ہمیں پتہ نہیں۔ حدیث مبارک میں ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور انہیں رزق بھی دیا جاتا ہے۔ (مسند ابی یعلیٰ ج6 ص 471، رقم الحدیث324)

کیفیت پر بحث نہیں:

کیسے رزق دیا جاتا ہے؟ ہمیں معلوم نہیں۔ اب دیکھیں ایک ماں کے پیٹ والی زندگی ہے اور ایک دنیا والی زندگی ہے اور ایک قبر کے پیٹ والی زندگی ہے۔ آپ نے خود مشاہدہ کیا ہے کہ ہم دنیا میں کھاتے ہیں تو طریقہ اور ہے، پیتے ہیں تو طریقہ اور ہے اور جو ماں کے پیٹ میں بچہ ہے کھاتا تو وہ بھی ہے لیکن اس کے رزق کا سسٹم بالکل الگ ہے۔ اگر ماں کے پیٹ میں آدمی کے رزق کا سسٹم الگ ہو سکتا ہے اور یہ قابل تعجب نہیں ہے تو قبر میں جس کا سسٹم الگ ہو جائے تو اس میں تعجب کی بات کون سی ہے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

درود تحفہ ہے:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جائے دور سے تو اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں درود پہنچا دیتے ہیں اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر درود پڑھا جائے تو اللہ اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو سنوا

دیتے ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ درود مبارک ہم اہلسنت والجماعت کے نزدیک تحفہ ہے جو اللہ کے نبی کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

ہدیہ دینے کے آداب:

ہدیہ کا طریقہ کیا ہے؟ آپ کا بھائی، آپ کا بیٹا اگر جدہ، ریاض، مکہ مکرمہ یا مدینہ میں رہتا ہے اور وہاں سے کوئی چیز بھیجنا چاہے تو آنے والے بندے کے ہاتھ بھیجتا ہے اور ساتھ یہ کہتا ہے کہ یہ کمبل میری امی جان کو دے دینا، یہ فلاں میری باجی کو دے دینا، یہ میری بیٹی کو دے دینا۔ جب دور سے کوئی چیز دینا چاہے تو کسی کے ہاتھ بھیج دیتا ہے۔ جب خود آئے تو کسی کے ہاتھ نہیں بھیجتا بلکہ اپنے ہاتھوں سے اپنی امی جان کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ تو دور سے تحفہ بھیجا جاتا ہے اور قریب آکر تحفہ خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

درود ملائکہ پہنچاتے ہیں:

ہمارا نظریہ بھی یہ ہے کہ ہم سرگودھا میں ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہیں۔ ہم 87 جنوبی میں ہیں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں ہیں۔ جب یہاں درود پڑھیں گے اللہ اپنے نبی کی خدمت میں ملائکہ کے ذریعے بھجوا دیں گے اور جب مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر جاکر درود پڑھیں گے تو اللہ اپنے نبی کو سنوا دیں گے۔ تو دور سے تحفہ بھیجا جاتا ہے اور قریب جائیں تو تحفہ پیش کیا جاتا ہے۔ یہاں سے درود بھیجتے ہیں اور وہاں جاکر پیش کرتے ہیں۔

درود کے الفاظ اور طریقہ:

اس لیے ہمارے درود کے الفاظ کا طریقہ بھی الگ ہے۔ جب یہاں سے درود پڑھیں تو ایسے پڑھتے ہیں: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى

إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

ہم دعا مانگتے ہیں: اللہ! آپ اپنے نبی پر درود بھیج دیں، اللہ! آپ اپنے حبیب پر رحمتیں نازل فرمادیں۔

روضہ رسول پر حاضری کے وقت:

اور جب روضہ پر جائیں تو کہتے ہیں الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ۔ حضور! آپ پر اللہ کی رحمتیں اور درود ہو۔ یہاں سے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ کہتے ہیں اور روضہ پر الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللہ کہتے ہیں۔

گویا جب دور سے درود پڑھیں تو اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے درود کو ان تک پہنچا دے اور جب روضہ پر درود پڑھیں تو پھر ہم براہ راست درود کو پیش کر دیتے ہیں۔ تو دور سے درود کو بھیجا جاتا ہے اور قریب جائیں تو پیش کیا جاتا ہے۔

سلام کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں:

یہ بھی ہمارا عقیدہ ذہن نشین ہونا چاہیے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک پر جا کر درود پڑھیں تو اللہ کے نبی درود سنتے بھی ہیں اور جو درود پڑھا جائے اس کو سن کر مناسب سمجھیں تو جواب بھی دیتے ہیں۔ حدیث مبارک میں ہے:

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ عِنْدَ قَبْرِيْ سَمِعْتُهُ، وَمَنْ صَلّٰى عَلَيَّ نَائِيًا أَبْلَغْتُهُ۔

(شعب الایمان للبیہقی: تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اللہ تعالیٰ روح متوجہ فرماتے ہیں:

جو بندہ میری قبر پر درود پڑھتا ہے میں سن لیتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے وہ مجھ تک پہنچا دیا جاتا ہے۔ فرمایا: مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى

أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ۔ (سنن ابی داؤد: باب زیارۃ القبور)

کہ جو بندہ مجھ پر سلام پڑھتا ہے اللہ میری روح کو متوجہ فرماتے ہیں اور میں اس کے سلام کا جواب دے دیتا ہوں۔

عرضِ اعمال کا عقیدہ:

اس لیے میں گزارش کروں گا میری نہایت قابل صد احترام ماؤ، بہنو، اور بیٹیو! یہ اپنا عقیدہ اور نظریہ بناؤ کہ رسول اطہر صلی اللہ علیہ وسلم قبر اطہر میں زندہ ہیں اور پیغمبر پر ہمارے اعمال پیش ہوتے ہیں، یہاں سے درود پڑھو تو اللہ پہنچا دیتے ہیں اور قبر پر جا کر دورد پڑھیں تو اللہ اپنے نبی کو سنوا دیتے ہیں۔

درس کا خلاصہ:

آج کے درس کا پورا خلاصہ تین چیزیں ہیں۔ اللہ پاک نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سارے اوصاف عطا فرمائے ہیں جن میں رسول امت سے بالکل ممتاز ہوتے ہیں۔ میں نے آج کی مجلس میں ان میں سے تین صفتوں کا ذکر کیا ہے۔

1) نبی معصوم ہوتا ہے۔

2) نبی قبر میں محفوظ ہوتا ہے۔

3) نبی اپنی قبر مبارک میں زندہ ہوتا ہے۔

ہم نبی کو معصوم بھی سمجھیں، نبی کو محفوظ بھی اور نبی کو قبر میں زندہ بھی سمجھیں جو اللہ کے نبی کو معصوم نہ سمجھے اہل السنت والجماعت میں سے نہیں ہے، جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک میں محفوظ نہ سمجھے وہ اہل السنت والجماعت میں سے نہیں ہے۔

عقیدہ و عمل کی محنت:

ہمارے اس مدرسہ مرکز اصلاح النساء میں سب سے زیادہ اس بات پر زور دیا جاتا ہے کہ بچیوں کے عقائد ٹھیک کرو اور بچیوں کے اعمال ٹھیک کرو۔ اگر عقیدہ ٹھیک ہو جائے اور عمل میں کوتاہی رہ جائے اللہ نجات فرما دیتے ہیں اور اگر عمل ٹھیک ہو جائے اور عقیدہ میں کوتاہی ہو پھر نجات نہیں ہوتی۔ پہلی چیز عقیدہ ہے اور عقیدہ کے بعد اعمال ہیں۔ اس لیے میں تمام ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں سے گزارش کروں گا کہ اپنے عقیدے اور اپنے اعمال کو بالکل درست رکھیں۔ ربیع الاول حضور علیہ السلام کے دنیا میں تشریف لانے کا مہینہ ہے۔ اس آمد کے مہینے میں اس بات کا بھرپور خیال رکھنا چاہیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو کبھی بھی ضائع نہ ہونے دیں۔ شریعت کے معاملے میں بالکل کوتاہی سے کام نہ لیں۔

جشن نہیں؛ مشن:

صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پر خوشیاں منانا، صرف چاول پکانا اور جھنڈیاں لگانا یہ کوئی دین نہیں ہے۔ اصل دین یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے اللہ کے نبی آئے اس مقصد کو سمجھا جائے۔

وہ مقصد کیا ہے؟

اپنے عقیدے ٹھیک کریں، اپنے اعمال ٹھیک کریں، دنیا میں کسی کو دکھ نہ دیں، کسی کو تکلیف نہ دیں، کسی کو پریشان نہ کریں اور بلاوجہ کسی کا حق نہ کھائیں، کسی کی غیبت نہ کریں، چوری نہ کریں، بدکاری نہ کریں، برے اعمال نہ کریں، گانا نہ سنیں، بے پردہ نہ گھومیں، روزے کا خیال کریں اور نماز کا خیال کریں، حیاء کا خیال کریں، زکوٰۃ کا خیال کریں۔ اور جو شریعت میں کرنے کے کام ہیں اسے کریں اور جو چھوڑنے والے

ہیں اسے چھوڑ دیں قرآن کریم کا اعلان ہے: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾ (سورۃ الحشر:7)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان تمام شرور اور گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کو نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آخری گزارش:

میں تمام خواتین سے گزارش کرتا ہوں ایک تو عقیدہ وہ سمجھا کریں جو آپ کو سمجھایا جاتا ہے۔ جمعہ کا بیان توجہ سے سنیں، یہاں کا ماہانہ درس قرآن توجہ سے سنیں۔ بسا اوقات ہم سنتے ہیں کہ باہر سے کوئی نہ کوئی خاتون کسی نہ کسی گھر میں آکر اسے بیان کر دیتی ہے جس کا تعلق شریعت کے ساتھ نہیں ہوتا۔ تو آپ ان کے مسائل پر اعتماد کرنے کی بجائے مرکز [اصلاح النساء] سے رجوع کر کے مسئلہ پوچھ لیا کریں۔ اپنے عقائد کی کتابیں لے کر پڑھیں، اپنے عقیدے کو مضبوط کریں۔ جن کو کتابیں چاہییں یہاں مرکز میں کہہ کر کتابیں لے لیا کریں اور کوشش کریں کہ اپنی بچیاں پڑھنے کے لیے مرکز میں بھجوائیں۔ اپنے بچوں کو وہاں مدرسہ میں بھجوائیں تاکہ بچوں اور بچیوں کے عقیدے بھی ٹھیک ہوں اور اعمال بھی ٹھیک ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

کامیاب لوگوں کی صفات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَ نَشْهَدُ أَنْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ إِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِيْنَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِيْنَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِيْنَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِيْنَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِيْنَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَّأَجْرًا عَظِيْمًا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

میں نے سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 35 تلاوت کی ہے۔ اس آیت میں اللہ رب العزت نے مرد اور خواتین دونوں کا تذکرہ فرمایا اور مغفرت اور بہت بڑے اجر کا وعدہ کیا، ساتھ ساتھ ان کی دس صفات بیان فرمائیں کہ جس مرد یا عورت میں یہ دس صفات ہوں اللہ رب العزت کا ان کے ساتھ مغفرت اور بہت بڑا اجر عطا فرمانے کا وعدہ ہے یعنی صرف یہی نہیں کہ اللہ رب العزت معاف فرمائیں گے بلکہ معافی کے

ساتھ اعزاز واکرام اور بہت بڑا اجر عظیم بھی عطا فرمائیں گے۔

مغفرت اور اجر:

ایک مغفرت ہے اور ایک اجر ہے۔ ”مغفرت“ کا مطلب ہے کہ ان کی جو کوتاہیاں ہوں گی اللہ ان کو معاف فرمادیں گے اور جو اعمال کیے ہیں اللہ ان پر ”اجر“ عطا فرمادیں گے، ان دونوں چیزوں کا حق تعالیٰ شانہ نے وعدہ فرمایا ہے دس صفات کون سی ہیں؟ ان کو سمجھیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

پہلی صفت .... اسلام:

اللہ رب العزت اعلان فرماتے ہیں: ”إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ“ وہ مرد جو اسلام لائے، وہ عورتیں جو اسلام لائیں۔

دوسری صفت......... ایمان:

وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وہ مرد جو ایمان لائے، وہ عورتیں جو ایمان لائیں

ایمان اور اسلام:

اس آیت کے شروع میں بظاہر ان دو لفظوں کو الگ الگ بیان فرمایا ”اسلام“ اور ”ایمان“ کو۔ اسی طرح قرآن کریم میں ایک مقام پر اللہ رب العزت نے خود ارشاد فرمایا: قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا۔

(سورۃ الحجرات:14)

کہ جب دیہاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو انہوں نے آکر کہا: یارسول اللہ! ہم ایمان لائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ آپ ان کو فرمائیں کہ ”لَمْ تُؤْمِنُوا“ تم ایمان نہیں لائے، ہاں تم یہ کہو ”أَسْلَمْنَا“ ہم اسلام لائے۔ تو یہاں بھی دیکھیں بظاہر معلوم ہوتا ہے ان کے ایمان کی نفی کی ہے اور اسلام

کا اثبات کیا ہے۔

اسی طرح پارہ نمبر 27 کے شروع کے پہلے رکوع میں ہے: ”فَأَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ“

(سورۃ الذٰریات:35، 36)

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ جب ہم نے قوم لوط پہ عذاب بھیجا تو اس میں جس قدر مومنین یعنی ”ایمان والے“ تھے ہم نے ان کو نکال لیا، ہم نے اس میں کوئی گھر مسلمانوں یعنی ”اسلام والوں“ کے ایک گھر [یعنی حضرت لوط علیہ السلام کے گھر] کے علاوہ نہ پایا۔ تو یہاں پر بھی ایمان والوں اور اسلام والوں کو بظاہر الگ بیان کیا ہے۔

اسلام...... حدیث جبرائیل کی روشنی میں:

بالکل اسی طرح حدیث مبارک میں بھی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حضرت جبرائیل امین حاضر ہوئے تو انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا! أخبرني عن الإسلام؟ آپ ارشاد فرمائیں کہ ایمان کیا ہے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ چیزیں ارشاد فرمائیں: الإسلام أن تشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله وتقيم الصلاة وتؤتي الزكاة وتصوم رمضان وتحج البيت إن استطعت إليه سبيلا۔

اسلام کے پانچ ارکان:

1. زبان سے ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ کا اقرار کرنا۔
2. نماز کی پابندی کرنا۔
3. زکوٰۃ ادا کرنا۔
4. رمضان کے روزے رکھنا۔

5. اگر طاقت ہو تو بیت اللہ کا حج کرنا۔

ایمان...... حدیث جبرائیل کی روشنی میں:

پھر جبرائیل امین نے سوال کیا: فأخبرنی عن الإیمان؟ ایمان کے بارے میں ارشاد فرمائیں ایمان کیا چیز ہے؟ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا أن تؤمن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر وتؤمن بالقدر خیرہ وشرہ.

ایمانیات کا تعین:

یہ چھ چیزیں ارشاد فرمائیں:

1) اللہ پر ایمان لانا۔

2) فرشتوں پر ایمان لانا۔

3) اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان لانا۔

4) انبیاء اور رسولوں پر ایمان لانا۔

5) قیامت کے دن پر ایمان لانا۔

6) ہر تقدیر پر ایمان لانا چاہے انسان کے حق میں بہتر ہو یا بظاہر انسان کے حق میں نقصان دہ اور ضرر والی ہو۔

ان چھ چیزوں کا نام ہے ''ایمان''۔ (صحیح مسلم: رقم الحدیث 8)

دیکھیں ''اسلام'' کی تعریف الگ کی ہے ''ایمان'' کی تعریف الگ کی ہے۔

دعائے جنازہ میں:

بالکل اسی طرح جب جنازے میں ہم شرکت کرتے ہیں تو نماز جنازہ میں میت کے لیے دعا مانگتے ہوئے ایک لفظ ہم یہ بھی مانگتے ہیں جو میت پر دعا مانگنے کے

ساتھ اپنے لیے ہوتی ہے: ”اللھم من أحییتہ منا فأحیہ علی الإسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الإیمان“

(جامع الترمذی: رقم الحدیث 1024)

اے اللہ ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے اسلام پر زندہ رکھنا اور جس کو موت دے تو ایمان پر موت دینا۔

اسی طرح ہمارے ہاں دعائیں مانگتے ہیں تو کہتے ہیں: ”اللہ! ہم سب کا خاتمہ بالایمان فرمادے“ کبھی یہ دعا نہیں ہوتی کہ: اللہ! ہم سب کا خاتمہ بالاسلام فرمادے“

تو میں بتا یہ رہا تھا کہ قرآن کریم کی آیات میں اور اسی طرح حدیث مبارک میں جس کا میں نے تذکرہ کیا، ان میں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ شاید ”اسلام“ الگ چیز ہے اور ”ایمان“ الگ چیز ہے۔ تو ان کو اگر سمجھیں تو ان شاء اللہ الجھن پیدا نہیں ہوگی، بلکہ بڑے آرام سے بات سمجھ آجائے گی کہ اس آیت کا مطلب کیا ہے کہ ”اسلام لانے والے مرد اور اسلام لانے والی عورتیں“ اور ”ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں“۔

اسلام اور ایمان میں فرق:

ان دونوں میں فرق سمجھ لیں کہ ظاہری اطاعت کا نام ”اسلام“ ہے اور دل سے مان لینے کا نام ”ایمان“ ہے۔ اسلام اور ایمان میں فرق یہ ہوگا کہ اگر دل سے مانے تو اس کا نام ”ایمان“ ہے اور اپنے اعضاء اور جوارح سے عمل کرے اس کا نام ”اسلام“ ہے۔ تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ”إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ“ وہ مرد جو اسلام لائے وہ عورتیں جو اسلام لائیں، وہ مرد جو ایمان لائے وہ عورتیں جو ایمان لائیں اللہ کے احکامات کو دل سے مرد بھی مانیں اور عورتیں بھی مانیں، ان احکامات کو اپنے بدن کے اعمال سے مرد بھی ادائیگی کریں اور

عورتیں بھی ادائیگی کریں۔ ایسے مرد اور خواتین کہ جو دل سے بھی مانیں اور ظاہر کے ساتھ بھی کریں یعنی اپنے بدن سے بھی اعمال بجالائیں۔ حج ہے، عمرہ ہے، پردہ ہے، نمازیں ہیں، سب چیزوں کو مانیں بھی اور عمل بھی کریں۔

تیسری صفت ...... عبادت:

”وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ“ اب تھوڑی سی تفصیل سے مزید باتوں کا تذکرہ فرمایا۔ یعنی عبادت کرنے والے مرد اور عبادت کرنے والی عورتیں۔

چوتھی صفت...... سچائی:

”وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ“ سچ بولنے والے مرد سچ بولنے والی عورتیں۔

سچائی کا بہت زیادہ خیال کرنا چاہیے اور کبھی بھی جھوٹ نہیں بولنا چاہیے۔ حدیث مبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ان الصدق ینجی والکذب یھلك“ صداقت اور سچائی انسان کو نجات دیتی ہے اور جھوٹ انسان کو ہلاک اور برباد کر دیتا ہے، ہمیشہ سچ بولیں۔ اللہ ہم سب کو سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ ہم سب کو جھوٹ بولنے سے محفوظ رکھے۔ جب بندہ سچ بولتا ہے اور اللہ رب العزت بندے کو سچ بولتا دیکھتے ہیں تو بندے کے لیے ہدایت کے فیصلے فرماتے ہیں، اللہ اس کی صداقت کو دنیا میں دین کے پھیلنے کا ذریعہ بنا دیتے ہیں۔ آدمی جھوٹ نہ بولے، ہمیشہ سچ بولے اور سچ بولنے کا بھرپور خیال کرنا چاہیے۔ اللہ ہم سب کو سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائے۔

”توریہ“ کیا چیز ہے؟:

ذرا اچھی طرح سمجھ لیں کہ بعض مقامات ایسے ہوتے ہیں اس کا حدیث میں بھی کئی مرتبہ ذکر آتا ہے اس کو جھوٹ نہیں کہتے اس کو ”توریہ“ کہتے ہیں، ”توریہ“

الگ چیز ہوتی ہے اور ”جھوٹ“ الگ چیز ہوتی ہے۔ ”توریہ“ کا مطلب ہے کہ ایک ہی لفظ ہو اس کا معنیٰ مخاطب اور سمجھے اور اس کا معنیٰ متکلم اور سمجھے، اس کا نام ہے ”توریہ“ بات کرنے والا اس کی مراد اور لے اور سننے والا اور سمجھے، اس کا نام ”توریہ“ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ:

اس کی مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات میں ملتی ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے سفر فرمایا تو راستہ میں ایک ایسے علاقہ سے گزرے کہ وہاں کے بادشاہ کی ایک بری عادت تھی - اللہ حفاظت فرمائے - جب بھی کوئی راہ گزر آتا، اس کے ساتھ اس کی بیوی ہوتی تو اس کو چھین لیتا تھا اور اگر اس مسافر کے ساتھ اس کی بہن ہوتی تو اس کو چھوڑ دیتا تھا۔ ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ ان کے ساتھ تھی۔ اس علاقہ میں سے گزر رہے تھے تو بادشاہ نے ان کو بلوالیا۔ وہ دربار میں گئے۔ اس نے ان کی اہلیہ کو جن کا نام حاجرہ تھا، لینے کا فیصلہ کیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی کو فرمایا: اگر بادشاہ پوچھے یہ کون ہے تو تم کہنا میرا بھائی ہے؟ حالانکہ بھائی نہیں تھے، شوہر تھے، تو بھائی کیسے کہہ دیا؟ مقصد یہ تھا کہ وہ سمجھے گا کہ دونوں کا باپ ایک ہے اور ایک ہی پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کا مطلب یہ تھا کہ میں بھی کلمہ گو ہوں اور تو بھی کلمہ گو ہے، اسلامی رشتے کے اعتبار سے ہم دونوں بہن اور بھائی ہیں۔ تو دیکھیں! بولنے والے نے معنیٰ اور سمجھا اور سننے والے نے اور سمجھا، اس کا نام ”توریہ“ ہوتا ہے، اس کا نام جھوٹ نہیں ہوتا۔

بعض مقامات پر توریہ کی شریعت اجازت دیتی ہے لوگ اس کو جھوٹ سمجھ لیتے ہیں۔ تو فرمایا: ”وَالصّٰدِقِینَ وَالصّٰدِقَاتِ“ ہمیشہ سچائی کا خیال رکھو، جھوٹ بولنا مومن کی شان نہیں۔

جھوٹ منافق کی علامت ہے:

جھوٹ بولنا منافق کی علامت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آیَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اؤْتُمِنَ خَانَ۔

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 33)

منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بولتا ہے جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو خلاف ورزی کرتا ہے اور امانت رکھو تو خیانت کرتا ہے۔

پانچویں صفت...... صبر:

"وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ" اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں۔ ہمیں صبر کا حکم دیا گیا ہے "صبر" کا معنیٰ یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی آدمی کو کوئی تکلیف یا کوئی مصیبت آئے تو آدمی ڈٹ جائے اور دین کو نہ چھوڑے۔ اللہ ہم سب کو عافیت والی زندگی عطا فرمائے۔

صبر کی تین اقسام:

1. صبر علی الطاعۃ
2. صبر عن المعاصی
3. صبر علی المصیبت

ان قسموں کی وضاحت سمجھیں۔

1: صبر علی الطاعۃ:

اس کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر صبر کرنا۔ سردی بہت زیادہ ہے، صبح اٹھنے کو جی نہیں کرتا اور پانی بھی ٹھنڈا ہے گرم پانی موجود نہیں اور وضو بھی کرنا ہے۔ اب مشقت برداشت کرے اور وضو کرے، ٹھنڈا پانی ہے تب بھی کرے۔ رات

دیر سے سوئے ہیں، نیند پوری نہیں ہوئی، صبح اٹھنے کی ہمت نہیں لیکن ہمت کرے اور ضرور اٹھے اور وضو کرکے نماز پڑھے یہ ”صبر علی الطاعۃ“ ہے۔

گرمی کا مہینہ ہے اگر روزہ رکھے تو پیاس بہت لگتی ہے اور بھوک بہت لگتی ہے۔ پیاس کی شدت بندے کو بہت تنگ کرتی ہے، پیاس کو برداشت کرے صبر کرے اور روزہ رکھے۔ جہنم کی گرمی اپنے ذہن میں رکھے اور جہنم کی پیاس اپنے ذہن میں رکھے۔ آدمی جب اللہ کی رضا کے لیے پیاس برداشت کرتا ہے اللہ کریم اسے جہنم کی پیاس سے محفوظ رکھتے ہیں، حشر کی پیاس سے محفوظ رکھتے ہیں اور اللہ اس کو جنت کی نعمتیں عطا فرما دیتے ہیں تو یہ ”صبر علی الطاعۃ“ ہے۔

2: صبر عن المعاصی:

گناہ سے بچنے کے لیے جو مشقت اٹھائے یہ بھی صبر ہے۔ آدمی تکلیف برداشت کرے مگر گناہ نہ کرے۔ آج ہمارے معاشرے میں بہت سارے مقامات ایسے ہیں جن میں گناہوں کو بھی گناہ نہیں سمجھا جاتا۔ ان میں بہت بڑا گناہ کیا ہے؟ کہ شادی کے موقع پر خواتین اور مردوں کا ایک ساتھ مل کر رہنا، خواتین کا ویڈیو بنوانا، خواتین کا شادی کے موقعے پر گانے گانا، عورتوں کا بے پردگی کے ساتھ باہر نکلنا یہ سب گناہ کی باتیں ہیں اور ان سب سے بچنا ضروری ہے۔ خاندان اور معاشرہ ملامت کرے تب بھی بے پردگی نہ کرو، خاندان اور معاشرہ برا بھلا بھی کہے تب بھی بے پردگی مت کرو، لوگ کچھ بھی کہتے رہیں بندہ لوگوں کی پرواہ نہ کرے اور اپنے آپ کو اہتمام کے ساتھ چلائے:

- ◎ گناہ سے بچے۔
- ◎ T.V سے بچنا ضروری ہے۔
- ◎ V.C.R سے بچنا ضروری ہے۔

◎ گانے سے بچنا ضروری ہے۔

◎ غیبت سے بچنا ضروری ہے۔

◎ جھوٹ سے بچنا ضروری ہے۔

◎ بے پردگی سے بچنا ضروری ہے۔

اس پر جتنی بھی مشقت اٹھانی پڑے اٹھاؤ۔ یہ ساری چیزیں صبر کے اندر شامل ہیں ۔ میں اللہ کی قسم اٹھا کر یہ بات کہہ رہا ہوں کہ اگر کچھ خواتین بھی اس کا اہتمام کر لیں تو علاقے اور خاندان بدل جاتے ہیں اور اگر وہ اہتمام نہ بھی کریں تو کم از کم مدرسے میں پڑھنے والی بچی کو یہ سب کرنا چاہیے، خود بدلے گی تو اس کے گھر کا ماحول بدلے گا، خود نہیں بدلے گی تو گھر کا ماحول کبھی نہیں بدلے گا۔ تو خود بدلنے کا فیصلہ کریں۔ اگر مدرسے میں آنے والی بچی بھی پردے کا خیال نہ کرے تو بتاؤ اس دنیا میں پردہ کا خیال کون کرے گا؟ شریعت کے ان امور کو زندہ کون کرے گا؟ اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ پردے کا خیال کریں جتنی مشقت اٹھانی پڑے اٹھائے۔

3: صبر علی المصیبہ:

یعنی مصیبت پر صبر کرنا۔ اللہ کی طرف سے اگر کوئی تکلیف آجائے تو ہائے وائے نہ کرے صبر سے کام لے اور اللہ کی رضا پر قائم رہے۔ اللہ کے فیصلوں کو مانے۔ اس تکلیف اور مصیبت پر اللہ بہت کچھ عطا فرمائیں گے ۔ احادیث مبارکہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کے لیے بعض مقامات جنت میں مقرر کر دیے ہیں، جن مقامات پر بندہ اعمال سے نہیں پہنچتا۔ اللہ اس بندے کو تھوڑی سی تکلیف دے کر ان مقامات پر پہنچا دیتے ہیں اور مقامات طے کروا دیتے ہیں۔ پھر بھی اللہ سے عافیت ہی مانگیں۔ اگر مصیبت آجائے تو واویلا نہ کریں اور جزع فزع مت کریں، ہمت سے برداشت کریں۔

صبر کا فقدان:

ہمارے ہاں بیماری پر صبر ختم ہو جاتا ہے، مصیبت پر صبر ختم ہو جاتا ہے، جب کوئی فوتگی ہو یا میت کا مسئلہ ہو تو وہاں صبر کا نام و نشان تک نہیں رہتا۔ اس موقع پر بہت زیادہ صبر کا خیال فرمائیں اور بے صبری کا مظاہرہ نہ کریں۔ اللہ ہم سب کو عافیت والی زندگی عطا فرمائے۔ میت پر بین کرنا، گریبان پھاڑنا، اونچی آواز سے رونا یہ سب گناہ کبیرہ ہیں، حرام ہیں۔ اگر عورتیں اس کا اہتمام نہیں کریں گی تو بتاؤ کون کرے گا؟ مرنے کے بعد قل کرنا، ساتواں کرنا، چالیسواں کرنا یہ سب گناہ اور بدعات ہیں۔ فیصلہ کرو کہ آئندہ کبھی نہیں کریں گے، پچھلے گناہ اللہ معاف فرمادیں گے۔ گھروں کے ماحول بدلنے کا فیصلہ کریں۔

چھٹی صفت......... خشوع:

”وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ“ خشوع کرنے والے مرد خشوع کرنے والی عورتیں ”خشوع“ کے معنیٰ ہیں ”عاجزی کرنا“۔ اللہ سے ڈرنا سیکھیں، عاجزی کرنا سیکھیں، تکبر اور بڑائی اللہ کو بالکل پسند نہیں ہے، اللہ متکبر سے نفرت کرتے ہیں، متکبر کو خدا ذلیل کرتا ہے۔ حدیث مبارک میں ہے: جو اللہ کے لیے جھکتا ہے اللہ اسے بلندیاں دیتے ہیں اور جو تکبر کرتا ہے اللہ اسے ذلیل کر دیتے ہیں۔

(شعب الایمان للبیہقی:7790)

خوش لباسی کا نام تکبر نہیں:

ایک بات ذہن میں رکھیں: اچھا کپڑا پہننا، اچھی جوتی پہننا اس کا نام تکبر نہیں ہے۔ حدیث مبارک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبر کی مذمت فرمائی ہے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ بعض اوقات آدمی کا دل چاہتا کہ

میں اچھا کپڑا پہنوں، کیا یہ بھی تکبر میں شامل ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”إن اللہ جمیل یحب الجمال“ (صحیح مسلم: رقم 91)

اللہ خود بھی خوبصورت ہیں اور خوبصورتی کو پسند فرماتے ہیں۔

اچھا کپڑا پہننے، اچھی جوتی پہننے کا نام تکبر نہیں ہے۔ حق کو قبول نہ کرنے کا نام ”تکبر“ ہے۔ ایک طرف مسئلہ ہے اور ایک طرف ذات ہے، بندہ ذات کو پیش نظر رکھے اور مسئلہ کو چھوڑ دے اس کا نام تکبر ہے۔ اللہ ہم سب کو تکبر سے بچائے۔

ساتویں صفت...... صدقہ:

”وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ“ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں۔ صدقے کا بہت زیادہ اہتمام کرنا چاہیے۔ حدیث مبارک میں ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ غَضَبَ الرَّبِّ۔ (شعب الایمان: رقم 3080) صدقہ اللہ کے غضب کو یوں ٹھنڈا کرتا ہے جیسے پانی آگ کو ٹھنڈا کر دیتا ہے۔

صدقے کا اہتمام:

صدقہ بلاؤں کو ٹال دیتا ہے۔ صدقہ کا معنیٰ ایک لاکھ یا دو لاکھ روپیہ دینا نہیں، صدقہ کا معنیٰ ایک ہزار یا ایک سو یا ایک روپیہ بھی ہے۔ جتنی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں صدقے کا اہتمام کریں اور مدرسے پڑھنے والی بچیوں کو بہ نسبت دوسروں کے زیادہ صدقے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ہر مہینہ پانچ یا دس یا بیس روپے اللہ کے راستے میں ضرور خرچ کیا کریں۔ اگر کوئی آپ کے گھر میں سائل مانگنے والے آئے اور مستحق ہو تو اس کو ضرور دیا کریں، کبھی آپ کی مسجد میں چندہ کا اعلان ہو تو دیا کریں، کبھی مدرسے کو ضرورت ہو تو اس کی ضرورت پوری کیا کریں۔ بندہ کو اللہ کے دیے میں سے خرچ کرنا چاہیے۔ جب اللہ کے نام پہ کوئی آدمی دیتا ہے تو اللہ اور عطا فرما دیتے ہیں۔

آٹھویں صفت......روزہ:

"وَالصَّآئِمِينَ وَالصَّآئِمَاتِ"روزہ رکھنے والے مرد روزہ رکھنے والی عورتیں۔ روزے مردوں کے بھی ذمہ ہیں اور خواتین کے بھی۔ جو روزے فرض ہیں وہ تو رکھنے ہی ہیں، ان کو تو نہیں چھوڑنا، نفلی روزہ رکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔

دسویں محرم کا روزہ:

محرم الحرام میں روزہ رکھنے کے بہت سے فضائل ہیں۔ دس محرم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے کا حکم دیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا، یا رسول اللہ! دس محرم کی یہودی لوگ بہت تعظیم کرتے ہیں، یعنی اس دن یہود روزہ رکھتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آئندہ اگر زندہ رہے تو ایک روزہ نویں تاریخ کو بھی رکھیں گے۔ یعنی ایک دن کا اضافہ کریں گے۔ (صحیح مسلم: رقم 1134)

مخالفتِ یہود کی نبوی تعلیم:

اس کی تائید خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے:

صُومُوا يَوْمَ عَاشُورَاءَ وَخَالِفُوا فِيهِ الْيَهُودَ صُومُوا قَبْلَهُ يَوْمًا أَوْ بَعْدَهُ يَوْمًا

(مسند احمد: رقم 2154)

کہ دسویں محرم کے دن روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔ دس محرم سے ایک دن پہلے روزہ رکھو یا اس کے ایک دن بعد۔

اس لیے نو کا یا گیارہ کا اضافہ کر لیا کریں۔ ابھی سے ساری بچیاں نیت کریں کہ دس محرم اور گیارہ محرم یہ دو دن روزہ خود بھی رکھیں گی، گھر والوں کو بھی تاکید کریں گی۔

روافض کی خرافات میں شرکت کا شرعی حکم:

رافض کا محرم الحرام بالکل ہم سے الگ ہے، وہ گھوڑا نکالیں گے، ماتم کریں گے، مرثیے بھی پڑھیں گے، کئی ناموں سے خیرات بھی کریں گے، زنجیریں بھی ماریں گے ان سے بچنا بہت ضروری ہے۔ اس میں شرکت کرنا بہت بڑا گناہ ہے، حرام اور ناجائز ہے۔ کوئی عورت گھوڑا دیکھنے کے لیے قطعاً مت جائے اور نہ ہی کسی کو جانے دے۔ اس میں لنگر کے نام سے جو بھی چندہ جمع ہو اس میں ایک روپیہ بھی دینا حرام ہے۔ اگر محرم کے نام پر کوئی بندہ گھر میں مانگنے کے لیے آئے تو اس کو قطعاً نہ دیں۔ ہاں محرم کے دنوں میں روزہ رکھیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارک روزہ رکھنے کی ہے۔ اہل باطل اس دن شربت اور پانی کی سبیلیں لگاتے ہیں یہ چیزیں روزے سے محروم کرتی ہیں۔ لڑائی، جھگڑا نہ کریں، تشدد اور پھڈا نہ ڈالیں اور سنت پر عمل کرنے کی بھرپور کوشش کریں۔

محرم کے دنوں میں لباس اور چندہ:

محرم کے دن میں جو ہمارا رواج چلا ہے ”کالے کپڑے پہنو“ یہ گناہ ہے اس سے بچو۔ ہمارے ہاں تو رواج بنا ہے کہ محرم کے دنوں میں لوگ مانگنے آتے ہیں اور سبیل کے نام پر چندہ دیتے ہیں، ان کو چندہ دینا حرام اور ناجائز ہے۔

ہم زندہ و جاوید کا ماتم نہیں کرتے:

ہمارے ہاں لوگ ماتم کرتے ہیں یہ ماتم کرنا حرام اور ناجائز ہے۔ شہید زندہ ہوتا ہے اس پر خوشی منائی جاتی ہے اس پر غم اور دکھ نہیں کیا جاتا۔ پھر حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں، ہمیں ان کے دنیا میں قتل ہونے کا دکھ ہے لیکن شہادت تو دکھ نہیں شہادت تو دنیا میں ایک نعمت ہے جو اللہ

پاک اپنے بندوں کو عطا فرماتے ہیں اس لیے اس کا اہتمام فرمائیں کہ ان مرثیوں سے خود بھی بچیں اور گھر کے ماحول کو بھی بچائیں۔

کالا کپڑا پہننے کیسا ہے؟

کالے کپڑے نہ پہنیں۔ عام دنوں میں کالا کپڑا پہننا گناہ نہیں جائز ہے لیکن محرم کے دنوں میں کالا کپڑا اہل تشیع کی نشانی ہے اس لیے محرم کے دنوں میں نہ پہنیں محرم کے دنوں میں کالا کپڑا بالکل استعمال نہ کریں۔

ماہ محرم میں شادی بیاہ:

ہمارے ہاں یہ بھی رواج ہے محرم کے دنوں میں لوگ شادی کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ شادی کو گناہ سمجھنا بہت بڑا جرم ہے۔ اگر کسی کے نکاح کی تاریخ ان دنوں میں طے ہو جائے تو کوئی بندہ اپنی زبان سے بڑبڑ نہ کرے، اپنی زبان استعمال نہ کرے۔ اس لیے کہ محرم کے دنوں میں کوئی گناہ نہیں دس محرم کو بھی نکاح ہو سکتا ہے، سات محرم کو بھی نکاح ہو سکتا ہے۔ محرم الحرام میں نکاح کرنا کوئی گناہ کی بات نہیں۔

نویں صفت...... عزت کی حفاظت:

”وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ“ اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنی والی عورتیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ۔

(صحیح البخاری: رقم 6474)

جو شخص مجھے اپنی زبان اور اپنی شرمگاہ کی ضمانت دے تو میں اس کو جنت کی ضمانت دوں گا۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

اپنی زبان کی حفاظت کرنا بھی ضروری ہے اور اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرنا

بھی ضروری ہے۔ یہ مردوں کے بھی ذمہ ہے یہ عورتوں کے بھی ذمہ ہے۔ اور جو چیزیں شرم گاہ کی گناہ تک پہنچائیں ان سے بچنا بھی ضروری ہے۔ قرآن کریم میں ”لَا تَزْنُوْا“ نہیں فرمایا بلکہ قرآن کریم میں ”وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا“ فرمایا۔ ”لَا تَزْنُوْا“ کا معنیٰ ہے زنا نہ کرو اور ”وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا“ کا معنیٰ زنا کے قریب مت جاؤ۔

زنا کے اسباب سے بچو:

زنا کے اسباب اختیار نہ کرو، نامحرم کو دیکھنا حرام ہے، نامحرم سے بلاضرورت بات کرنا حرام ہے، گانے سننا حرام ہے، ڈانس دیکھنا اور کرنا حرام ہے کیونکہ اس سے آدمی کو زنا کی ترغیب ملتی ہے، زنا کے قریب جاتا ہے اور جو زنا کے قریب لے جانے والی چیزیں ہے اس سے منع فرمایا ہے۔ حدیث مبارک میں ہے: ”زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ وَزِنَا اللِّسَانِ الْمَنْطِقُ“ (صحیح البخاری: 6243)

آنکھ کا زنا دیکھ لینا ہے، زبان کا زنا بات کرنا ہے۔ یہ سب زنا ہیں اللہ ہمیں ان گناہوں سے محفوظ رکھے۔

دسویں صفت ...... کثرت سے اللہ کا ذکر:

”وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ“ اور کثرت کے ساتھ ذکر کرنے والے مرد اور کثرت کے ساتھ ذکر کرنے والی عورتیں۔ اللہ تعالیٰ نے صرف ”وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ“ نہیں فرمایا بلکہ ”وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا“ فرمایا یعنی صرف ذکر نہ کریں کثرت سے کریں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر آدمی سو مرتبہ ذکر کرے تو عربی زبان میں کثرت شمار کیا جاتا ہے۔

کلمہ شریف، درود اور استغفار کی کثرت:

اس لیے آدمی اہتمام کرے کہ کم از کم دن میں سو مرتبہ پہلا کلمہ لا الٰہ الا

اللہ محمد رسول اللہ سو مرتبہ استغفار استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ اور سو مرتبہ درود ابراہیمی یا کوئی اور درود شریف پڑھ لے، یہ ضرور پڑھ لیا کریں۔ یہ کثرت کے ساتھ اللہ کا نام لینا ہے، کثرت کے ساتھ اللہ کا نام لیا کریں اس میں ان شاء اللہ بہت زیادہ فائدہ ہو گا۔

معمولات یومیہ کا اہتمام:

اگر آپ بچیاں چاہیں یہ خانقاہ کے معمولات چھپے ہوئے ہیں ان کو منگالیں، سارے معمولات ہمارے ان کے لیے ہیں جو بیعت کرتے ہیں۔ مرد بھی بیعت کرتے ہیں عورتیں بھی بیعت کرتی ہیں۔ مردوں کو بھی چاہیے کہ بیعت کریں اور عورتوں کو بھی چاہیے کہ بیعت کریں۔ جس شیخ کی بیعت کریں اس کی باتیں مانیں اور اس کی نصیحتوں پر عمل کریں۔ اس کا بہت زیادہ خیال کرنا چاہیے کہ شیخ کی بات پر عمل کریں، ورنہ بیعت کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

تو یہ دس صفتیں جس مرد یا عورت میں ہوں گی:

1. فرمانبرداری۔
2. دل سے ماننا۔
3. عبادت۔
4. سچ بولنا۔
5. صبر کرنا۔
6. راضی کرنا۔
7. صدقہ کرنا۔
8. روزہ رکھنا۔
9. شرم گاہ کی حفاظت کرنا۔

10. کثرت سے اللہ کا ذکر کرنا۔

ان کیلیے اللہ رب العزت نے فرمایا: ’’أَعَدَّ اللّٰہُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا‘‘

اللہ ان کی مغفرت بھی فرماتے ہیں اور اجر عظیم بھی دیتے ہیں دعا یہ کریں اللہ ہم سب کی مغفرت بھی کریں اور اللہ ہم سب کو اجر عظیم بھی عطا فرمائیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

صحابہ اور صحابیات

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ، وَنَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ أَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالسَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِيْنَ فِيْهَا أَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔

(پارہ نمبر 11 سورۃ التوبۃ نمبر 100)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

میری نہایت واجب الاحترام ماؤو، بہنو اور بیٹیو! میں نے آپ کے سامنے پارہ 11 سورۃ التوبۃ کی آیت نمبر 100 تلاوت کی ہے۔ اس آیت میں اللہ رب العزت نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دو طبقوں کا ذکر فرمایا اور صحابہ کے بعد ان کے اتباع کرنے والے انسانوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ وَالسَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ اللہ رب العزت فرماتے ہیں مہاجرین اور انصار میں سے وہ لوگ جو سبقت لے جانے والے آگے بڑھنے والے۔ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ۔ اور وہ لوگ جو ان کے اتباع کرتے ہیں۔ بڑے اخلاص کے ساتھ۔ اللہ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ اللہ نے ان کیلئے ایسے باغات تیار فرمائے ہیں کہ جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور یہ ہمیشہ اس کے اندر رہیں گے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

کوہ صفا سے عالمگیر دعوت کی صدا:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کا اعلان فرمایا۔ اللہ رب العزت کی توحید کا جلسہ فرمایا اور مشرکین مکہ اور قیامت تک آنے والے انسانوں کو ایمان واسلام اور دین حق کی دعوت دی ہے۔ اس وقت جن حضرات نے سب سے پہلے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک فرمایا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول فرمایا۔ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔

صحابی کسے کہتے ہیں؟:

جس نے حالت ایمان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کو اختیار فرمایا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آیا ہو، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہا ہو۔ اسے "صحابی" کہتے ہیں۔

پہلا مسلمان کون ہے؟......... مختلف آراء:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا۔ سب سے پہلے اللہ کے نبی کی دعوت کو قبول کس نے کیا ہے؟

- اس میں ایک رائے تو یہ ہے کہ سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے کا نام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے۔

- ❖ بعض کہتے ہیں کہ جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے ان کا نام حضرت علی رضی اللہ عنہ ہے۔
- ❖ بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے جنہوں نے اسلام قبول کیا ان کا نام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہے۔
- ❖ بعض کہتے ہیں سب سے پہلے قبول کیا ان کا نام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہے۔

امام ابو حنیفہ کی رائے:

حضرت امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ جن کی ہم تقلید کرتے ہیں۔ ان کی فقہ کو مانتے ہیں ان کی رائے یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کا فرمایا۔ کلمے کا اعلان کیا تو

- ❖ مردوں میں جو آزاد اور بڑے تھے۔ ان میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے۔
- ❖ عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے۔
- ❖ غلاموں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے۔
- ❖ بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے۔

تو یہ بات ہمیں ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ

- ○ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے میں نمبر ہے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا۔
- ○ عورتوں میں اسلام قبول کرنے میں اول نمبر ہے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا۔

اس بات پہ ہمارے پوری اسلامی تاریخ گواہ ہے کہ جس قدر مردوں میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بے مثال وفاداری اور قربانی دی ہے اس کی

مثال نہیں ملتی اور جس قدر عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے قربانی دی ہے اس کی مثال بھی نہیں ملتی۔

نبی کے سب سے زیادہ اعتماد یافتہ:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مردوں میں سب سے زیادہ اعتماد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر تھا اور عورتوں میں سب سے زیادہ اعتماد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا پر تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے شادی کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تھی 25 سال اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ کی عمر تھی 40 سال یہ بیوہ تھیں۔ دو خاوندوں سے پہلے ان کا نکاح ہوا ایک سے ہوا۔ پھر وہاں سے فارغ ہوئیں پھر دوسرا، تو بیوہ تھیں۔

اعلان نبوت سے پہلے تجارت:

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا جب اللہ کے نبی نے نبوت کا اعلان فرمایا ہے۔ یہ بات توجہ سے سمجھنا۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تجارت فرماتے کاروبار فرماتے تھے۔ اعلان نبوت کے بعد پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارت نہیں فرمائی، کاروبار نہیں کیا بلکہ حضرت خدیجہ نے کہا تھا یا رسول اللہ اب میرا مال ہو گا اب آپ کو کاروبار کرنے کی ضرورت نہیں آپ صرف اللہ کے دین کا کام کریں۔

شعب ابی طالب میں ام المومنین کی رفاقت:

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جان بھی پیش کی ہے اور اللہ کے نبی پر اپنا مال بھی پیش کیا ہے بلکہ جب قریش نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بائیکاٹ کیا اور مکہ میں شعب ابی طالب (شعب ابی طالب مکہ میں ایک گھاٹی ہے) میں تین سال کیلئے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قید کر دیا اور کہا کہ کوئی ان سے ملاقات نہیں کرے گا۔ کوئی ان کو کھانا نہیں دے گا۔ کوئی ان سے تعلق نہیں رکھے گا سوشل بائیکاٹ کیا۔ اس میں پورے تین سال نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ امی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی گزارے۔ اس دور میں یہ بات کہنی بہت آسان ہے کہ کوئی بندہ دین کیلئے جیل کاٹے اور عورت برداشت کرے۔

مال بھی فدا......جان بھی فدا:

وہاں امی خدیجہ رضی اللہ عنہا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شعب ابی طالب میں جیل کاٹ رہی ہے۔ کتنا سخت گرم علاقہ ہے مکہ مکرمہ کا یہ ہمارے وہ مائیں اور بہنیں جانتی ہیں۔ جو عمرے یا حج پر گئی ہیں۔ یا جن کے بچے سعودی عرب میں رہتے ہیں کہ گرمی کتنی ہے۔ اتنی سخت گرمی میں پنکھے بھی نہیں ہے۔ بجلی بھی نہیں ہے۔ کھانے کا انتظام بھی نہیں ہے۔ تین سال تک اپنے شوہر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا ہے۔ اپنا مال بھی دیا ہے اپنی جان بھی دی ہے۔

نبی کو ام المومنین کی تسلی:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا امی خدیجہ رضی اللہ عنہا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ بھی دیتیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آتی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم بہت گھبرا گئے جب گھر آئے تو فرمایا زملونی زملونی اے خدیجہ میرے اوپر چادر دے دو میرے اوپر کمبل دے دو۔

جبرائیل امین کی آمد:

اب گرمی کے موسم میں حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ چھوٹا اور سردی لگ رہی ہے۔ اوپر چادر دی۔ امی خدیجہ نے پوچھا اے میرے سرتاج میرے

آقا محمد ہوا کیا ہے؟ اللہ کے نبی فرمانے لگے خدیجہ تجھے کیا بتاؤں؟ ایسا فرشتہ میرے اوپر آیا اور یہ وحی آئی ہے۔ میں تو گھبرا گیا ہوں۔

اللہ مدد فرمائے گا:

حضرت خدیجہ نے جواباً عرض کیا کہ اللہ کے نبی آپ خیال فرمائیں آپ غریبوں کی مدد فرماتے ہیں، رشتہ داروں کا خیال فرماتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، مساکین کے ساتھ محبت کرتے ہیں۔ اور جو بندہ غریبوں کا خیال رکھے۔ رشتہ داروں کا خیال رکھے۔ اللہ ایسے بندے کو کبھی بھی محروم نہیں کرتا۔ اللہ پاک آپ کی مدد ضرور فرمائیں گے۔ تو حضرت خدیجہ نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ دیا۔ معلوم ہوا کہ کبھی آدمی مشکل میں ہو تو اچھی اور وفادار بیوی اس کو مشکل سے نکال لیتی ہے۔

صلح حدیبیہ کے وقت:

اس پر بات چلی ہے تو میں ایک واقعہ پیش کرتا ہوں۔ جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ گئے ہیں عمرے کیلئے یہ آپ اکثر ماؤں بہنوں نے واقعہ سنا ہوگا یا پڑھا ہوگا۔ حدیبیہ کے موقعے پر مشرکین مکہ نے اللہ کے نبی کو روک لیا اور کہا کہ ہم آپ کو جانے نہیں دیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہ رک گئے۔ مشرکین مکہ کے ساتھ مذاکرات ہوئے شرطیں طے ہوئیں۔ اس میں یہ بات طے ہوگئیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سال مدینہ واپس چلے جائیں اور آئندہ سال آکر مکہ مکرمہ میں عمرہ کریں۔ اور جب آئندہ سال بھی آئیں تو اپنے ہتھیار ساتھ نہ لائیں۔ خیر میں لمبا واقعہ پیش نہیں کر رہا۔

نبوت کی پریشانی......بشری تقاضا:

صرف ایک بات سمجھانا چاہتا ہوں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام

باندھا تھا۔ صحابہ نے بھی احرام باندھا تھا۔ تو جب اللہ کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ واپس جائیں آئندہ سال آئیں گے۔ وہ صحابہ بھی تو قریشی تھے۔ انصاری تھے مدینہ والے اور مکہ والے تھے۔ ان کی غیرت اس بات کو برداشت نہیں کرتی تھی کہ ہم اتنا لمبا سفر کر کے آئیں اور اب کیوں واپس جائیں؟ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے یہ بڑا مشکل مرحلہ تھا میں ان صحابہ کو اس بات پر قائل کیسے کروں؟ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمے میں تشریف فرما تھے اور کچھ تھوڑے سے پریشان اور غمزدہ تھے۔

ام المومنین کی ہمدردی:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا۔ یارسول اللہ آپ کو پریشانی کیا آپ کے چہرے پر غم کے آثار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ام سلمہ مجھے پریشانی اس بات پر ہے کہ صحابہ جذباتی ہیں، نوجوان ہیں، قریشی ہیں، عرب ہیں۔ میں کہہ دوں گا کہ احرام کھول کے واپس چلو تو کیسے میری بات مانیں گے۔ نہیں مانیں گے تو مسلمان نہیں رہیں گے۔ میری بات کیسے مانیں گے؟

ام المومنین کا مفید مشورہ:

ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی اس وقت ساتھ تھیں۔ دیکھیں انہوں نے کتنا اچھا مشورہ دیا ہے۔ انہوں نے کہا اللہ کے نبی آپ ان کو کچھ نہ کہیں۔ آپ خیمے سے باہر نکلیں اور اپنے بال کٹوا دیں۔ آپ کی اداؤں پر جان دیتے ہیں۔ آپ بال کٹوائیں گے تو تو خود ہی آپ کو دیکھ کر بال کٹوانا شروع کر دیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیمے سے باہر آئے اور ایک صحابی کو بلا کر کہا میرے بال کاٹو، قصر کرو۔ اللہ کے نبی کو دیکھا تو صحابہ خود بخود اپنے بال کٹوانے لگ گئے۔ اب دیکھو اللہ کے نبی کی جو ٹینشن تھی یہ دور کس نے کی ہے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے کی ہے۔

نبوت کی جانثار بیویاں......اور امی خدیجہ:

تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو جو اہم واقعات تھے خواتین مشورہ دیا کرتیں۔ ان میں سب سے بڑا جو مقام تھا وہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا تھا۔ انہوں نے مشکل وقت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت ساتھ دیا ہے۔ بعد میں تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی ہے فتوحات ہو گئی ہیں، پیسے بھی آ گئے طاقت بھی آ گئی، حکومت بن گئی ہے۔ لیکن مشکل وقت کا ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دیا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ کو اتنا یاد فرماتے تھے۔ میں صرف دو واقعہ پیش کرتا ہوں۔

غزوہ بدر اور فدیہ کا مسئلہ:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جب جنگ بدر ہوئی اس غزوہ بدر میں حضرت رسول کے داماد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند ابو العاص ابھی کافر تھے۔ تو مشرکین مکہ کے ساتھ مکہ مل کر جنگ کرنے کیلئے وہ بھی بدر میں آ گئے۔ اب دیکھو ادھر اللہ کے نبی خسر ہیں ادھر داماد ابو العاص ہیں اور مقابلے میں ہے۔ ابو العاص گرفتار ہو گئے اور گرفتار ہو کے مدینہ منورہ آ گئے۔ جتنے لوگ میدان جنگ میں گرفتار ہوئے تھے۔ مشورہ ہوا کہ ان کے ساتھ کیا کرنا چاہیے؟

بالآخر فیصلہ ہوا کہ ان سے فدیہ لے کر ان کو چھوڑ دینا چاہیے۔ تو فدیہ کیا لیں انہوں نے کہا کہ ان میں جو پڑھے لکھے لوگ ہیں ہمارے بچوں کو پڑھائیں۔ یہی ان کا فدیہ ہو گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پڑھنا شریعت کا حکم ہے اس پر مجبور نہیں کرتی کہ مت پڑھا کرو۔ پڑھنا لکھنا حکم ہے شریعت کا۔ کہا ان کو پڑھنا لکھنا سکھائیں اور آزاد ہو جائیں اور جو پڑھنا لکھنا نہیں جانتے وہ اتنے پیسے دیں 20 درہم ہر بندہ دے اور آزاد ہو جائیں۔ فدیہ طے ہوا اب ابو العاص نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد بھی تھے ان کے پاس

پیسے بھی موجود نہیں تھے۔

ابو العاص کا فدیہ......... ایک قیمتی ہار:

انہوں نے مکہ مکرمہ اپنی بیوی حضرت زینب کو پیغام بھیجا(بات سمجھ میں آ رہی ہے نا؟) حضرت زینب کون ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابو العاص نے حضرت زینب کو پیغام بھیجا کہ زینب کو جاکر کہو جو تمہارے پاس پیسے ہیں مجھے دے دو اس لیے کہ میں نے اب آزاد ہونا ہے فدیہ دینا ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ہار بھیجا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بیٹی کو شادی کے وقت دیا تھا وہ ہار لے کر آئیں۔

مجھے میری خدیجہ یاد آگئی:

مدینہ منورہ میں ابو العاص نے کہا جی یہ ہار آیا ہے یہ فدیہ میں لے لو۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہار کو لیا تو اللہ کے نبی کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ صحابہ نے پوچھا کیا ہوا؟ فرمایا کہ مجھے میری خدیجہ یاد آگئی۔ اتنی اللہ کے نبی کے ساتھ انہوں نے پیار، شفقت اور خدمت کی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بھولتے نہیں تھے۔ انہوں نے کہا مجھے میری خدیجہ یاد آرہی ہے۔ صحابہ اگر تم خوشی سے اجازت دے دو تو میں ہار واپس کر دوں اپنی بیٹی کو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں آپ کی خوشی سے بڑھ کر کیا خوشی ہو سکتی ہے۔ فرمایا میں تمہارے مشورہ کے بغیر تو واپس نہیں کرتا لیکن اس ہار کو میں کیسے رکھوں گا فدیہ میں جو میری بیوی کا تھا اور میری بیٹی زینب کو دیا تھا۔

نبوت کا امی خدیجہ کی سہیلیوں سے برتاؤ:

اور دوسرا واقعہ ذہن میں رکھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مکہ مکرمہ

میں نبوت کے دسویں سال انتقال ہو گیا۔ حضور بڑے غمزدہ تھے کہ جب کوئی مشکل پیش آتی میری خدیجہ میرا ساتھ دیتی۔ اب وہ نہیں ہے تو میرا ساتھ کون سی عورت دے گی؟ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہو گئیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں آ گئے۔ حدیث مبارک میں ہے اللہ کے نبی حضرت خدیجہ کا تذکرہ بھی کرتے اور حضرت خدیجہ کی جو سہیلیاں تھی اور ان کو گوشت بھیجا کرتے تھے۔

خدیجہ تو خدیجہ تھی:

اچھا میں جو بات سنانے لگا ہوں اب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں آئے تو کئی اور بیویوں سے نکاح کیا۔ ان میں امی عائشہ رضی اللہ عنہا بھی تھی۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بہت تھوڑی ہے ذہین بہت زیادہ ہیں۔ خوبصورت بھی ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب امی خدیجہ کا تذکرہ کرتے۔ خدیجہ میری ایسی تھی ایسی تھی ایک مرتبہ امی عائشہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرے اندر کون سی کمی ہے؟ کون سے ایسی چیز ہے جو خدیجہ کے اندر تھی اور میرے اندر وہ موجود نہیں۔ اللہ کے نبی کا جواب سنیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہ! خدیجۃ کانت ما کانت خدیجہ خدیجہ تھی میں تجھے کیا بتاؤں کہ خدیجہ کی کون سی کون سی خوبیاں ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتنا تذکرہ فرماتے۔ اس لئے کہ انہوں نے اللہ کے نبی کا ساتھ دیا تھا۔

گلشن دین کی آبیاری میں صحابیات کا کردار:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ایمان پیش فرمایا تو نبی کا ساتھ صحابہ نے بھی دیا ہے اور نبی کا ساتھ صحابیات نے بھی دیا ہے۔ اتنی بڑی قربانی دی ہے کہ آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے لوگوں نے ہدیہ پیش کیے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیہ ہیں۔ وہ اللہ کے نبی کے پاس آئیں اور

انہوں نے کہا یا رسول اللہ میرا دل کرتا ہے کہ کچھ ہدیہ میں بھی دوں لیکن میں غریب عورت ہوں۔ ہدیہ دے نہیں سکتی تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر؟

خادمِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

تو ام سُلَیم رضی اللہ عنہا نے کہا میرا بیٹا انس ہے یہ چھوٹا بچہ ہے۔ اس کو اپنے گھر میں رکھ لیں اور میری طرف سے ہدیہ ہے یہ میرا بیٹا آپ کی خدمت کیا کرے گا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے دس سال تک اللہ کے نبی کی خدمت کی ہے۔ کتنے سال تک؟ (دس سال تک) ان کی ماں نے پیشکش کی تھی کہ حضور میرے بیٹے سے خدمت لیں۔

بڑوں کی خدمت اور آج کا معاشرہ:

میں بڑے تعجب سے کہتا ہوں ہمارے ہاں عجیب رواج ہے وہاں صحابیات اپنے بیٹے پیش کرتی ہیں اور یہاں کسی کے بیٹے سے خدمت لے بھی لو نا۔ تو پتا ہے کیا کہتے ہیں؟ ”اَسی پڑھن واسطے گھلیا سی کہ اسی کم کرن واسطے کلیا؟ اے لیو جی کم کرنا سی تے گھر نئ کرسگدا اتھے جا کے کڑیاں نے پانڈے ای تونڑے سی تے فیر پڑھن دی ضرورت کی سی؟“ اب دیکھو اللہ کے نبی کے زمانے کی عورتوں کا مزاج کیا ہے کہ اپنا بیٹا پیش کیا اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی ہے۔

خدمت رسول کا صلہ:

آگے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال خدمت کی ہے۔ اور اللہ کے نبی نے دس سالہ خدمت کے بدلے میں حضرت انس کو تین دعائیں دی ہیں۔ کتنی دعائیں دی ہیں؟ تین بات سمجھیں کتنی دعائیں دی ہیں؟ تین دعائیں دی ہیں۔ وہ تین دعائیں کون سی تھی؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللھم أكثر ماله وولده وأدخله الجنة۔ (مسند عبد بن حمید رقم الحدیث: 1255)

اے اللہ! ایک تو انس کو مال بہت دینا، انس کو اولاد بہت دینا اور اے اللہ انس کو جنت میں داخل کر دینا۔

دعائیں کرانا اور دعائیں لینا:

بات ذرا سمجھنا حضرت انس نے یہ نہیں کہا اللہ کے نبی مجھے دعائیں دیں۔ یہ نہیں کہا میر لئے دعائیں کریں۔ بلکہ خدمت اتنی کی ہے کہ حضور نے خود دعا دی ہے اس لیے میں ایک لفظ کہتا ہوں ایک ہوتا ہے دعا کروانا اور ایک ہوتا ہے دعا لینا۔ ہم دعائیں لیتے نہیں بلکہ دعا کرواتے ہیں۔ دعا کرانا اور چیز ہے اور دعا لینا اور چیز ہے۔

بہو بیٹی؛ ساس ماں سے دعائیں لے:

اب دیکھو! گھر میں ایک بیٹی ہے وہ اپنی ساس کی خدمت کرتی ہے۔ چائے پکا کر دیتی ہے کھانا تیار کر دیتی ہے، کپڑے دھوتی ہے۔ اس کو کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ امی جی میرے لئے دعا کرنا۔ کیوں؟ جب خدمت کرے گی تو ساس ماں خود بخود دعا کرے گی نا۔ تو ہم دعائیں کراتے ہیں دعائیں لیتے نہیں ہیں۔ دعا کرانا اور ہوتا ہے اور دعا لینا اور ہوتا ہے۔ صحابہ اللہ کے نبی سے دعائیں کراتے کم تھے دعائیں لیتے زیادہ تھے۔ ہمیں دعائیں کرانے کا شوق اور دعائیں لینے کا شوق نہیں ہوتا۔

دعائیں لینے کا طریقہ ...... خدمت:

بڑوں کی خدمت کریں بڑے خود بخود دعائیں دیتے ہیں۔

- ماں کی خدمت کریں۔
- باپ کی خدمت کریں۔
- ساس کی خدمت کریں۔

- سسر کی خدمت کریں۔
- اپنے بھائیوں کی خدمت کریں وہ خود بخود دعائیں دینے لگیں گے۔

دعائے نبوت کے ثمرات:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی دعائیں دی ہیں؟ تین دعائیں دی ہیں۔

پہلی دعا:

یہ دی ہے اللھم أکثر مالہ اے اللہ ان کے مال کو زیادہ کر دے۔ روایات میں آتا ہے کہ باقی لوگوں کے باغ میں سال میں ایک مرتبہ پھل آتا حضرت انس کے باغ میں سال میں دو مرتبہ پھل آتا۔ تو لوگ پوچھتے کیا وجہ ہے؟ تو کہتے اللہ کے نبی نے مجھے دعا دی ہے۔

دوسری دعا:

حضرت انس کی جب عمر زیادہ ہوگئی تو کسی نے پوچھا کہ آپ کے بیٹے بیٹیاں کتنے ہیں۔ تو حضرت انس فرمانے لگے کہ ساٹھ، ستر تو میرے سامنے ہیں باقی مجھے پتا نہیں میری اولاد کتنی ہے۔ پوچھا جی کیوں؟ فرمانے لگے کہ میرے اللہ کے نبی نے مجھے دعا دی ہے۔ یہ میری نبی کی دعا ہے۔ مجھے پتا ہی نہیں کہ میری اولاد کتنی ہے۔ حضرت انس فرماتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی اللہ سے کہ مال زیادہ دے میرے باغ میں سال میں دو مرتبہ پھل آتا ہے۔ حضور نے دعا مانگی اللہ اولاد دے مجھے اپنے سارے بچوں کے نام بھی یاد نہیں ہے۔

تیسری دعا:

اے اللہ! انس کو جنت میں داخل کر دے۔ مجھے امید ہے کہ اللہ نبی کی دعا

قبول کر کے مجھے جنت میں بھی ضرور داخل کریں گے۔

جان مال کے بعد اولاد بھی قربان:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک صحابیہ عورت آئی اور انہوں نے کہا یارسول اللہ یہ میرا چھوٹا سا بیٹا ہے، جو دودھ پیتا ہے اس کو قبول فرمائیں۔ یہ واقعہ دھیان سے سننا اور سمجھنا۔ اے اللہ کے نبی یہ میرا دودھ پیتا بچہ ہے اس کو قبول فرمالیں۔ اللہ کے نبی فرمانے لگے کہ دیکھو بی بی ہم نے جہاد میں جانا ہے ہمیں مال، اسلحہ چاہیے۔ ہمیں نوجوان لڑکے لڑنے والے چاہییں ہمیں سپاہی چاہییں جو تیر تلوار چلاتے ہوں۔

میرے بیٹے کو ڈھال بنالینا:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابیہ سے فرمایا کہ میں یہ چھوٹا بچہ کیا کروں گا؟ اب اس عورت کا جذبہ دیکھنا یہ وہی عورت سمجھتی ہے جس کا دودھ پیتا بچہ گود میں ہو اور اسے قربان کرنا پڑے۔ اس نے کہا یارسول اللہ میں سمجھتی ہوں کہ میرا چھوٹا بیٹا ہے لڑنے کے قابل نہیں۔ آپ اور آپ کے ساتھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب میدان جنگ میں جائیں اور آگے کا فر تلوار مارے اور اس سے بچنے کیلئے آپ اور آپ کے جانثاروں کے پاس ڈھال نہ ہو میرا بیٹا آگے کر دینا یہ کٹ جائے گا تمہارے صحابی کی جان بچ جائیگی اللہ کے نبی میں اپنا بیٹا پیش کرتی ہوں۔

مرزائیوں قادیانیوں سے تعلقات حرام ہیں:

ایک اور واقعہ سنیں! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ایک صحابی تھے جن کا نام حضرت حبیب رضی اللہ عنہ تھا۔ مسیلمہ کذاب نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا (جیسے مرزا غلام احمد قادیانی جھوٹا نبی تھا، جس کو ماننے والے ”مرزائی“ اور ”قادیانی“ کہلاتے ہیں۔ کافر ہیں اور بے ایمان ہیں ان سے نکاح بھی جائز نہیں ہے۔ تعلق بھی

ناجائز ہے کسی قسم کا تعلق ان سے جائز نہیں)

میں کٹوں کچھ اس ادا سے:

- مسیلمہ کذاب نے پوچھا: مجھے نبی مانتے ہو؟
- انہوں نے فرمایا: میں نہیں مانتا۔
- مسیلمہ کذاب نے ان کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا۔
- پھر پوچھا: مجھے نبی مانتے ہو؟
- انہوں نے فرمایا: میں نہیں مانتا۔
- اس نے ان کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا۔
- پھر پوچھا: مجھے نبی مانتے ہو؟
- انہوں نے فرمایا: میں نہیں مانتا۔
- ان کے پاؤں کاٹ دیے۔
- پھر پوچھا: مجھے نبی مانتے ہو؟
- انہوں نے فرمایا: میں تجھے نبی نہیں مانتا۔
- اس نے ان کی زبان کاٹ دی۔
- مسیلمہ کذاب نے پھر پوچھا: مجھے نبی مانتے ہو؟
- انہوں نے سر سے اشارہ کیا (جیسے نفی میں ہلایا جاتا ہے) میں نہیں مانتا۔
- اس بے ایمان نے ان کا سر کاٹ دیا۔

اسی دن کے لیے بیٹے کو دودھ پلا کر جوان کیا تھا:

جب صحابہ واپس مدینہ منورہ میں آئے آخر اب ماں سوچتی ہے کہ ماں کے دل پہ کیا گزرتی ہے۔ حضرت حبیب رضی اللہ عنہ کے پہلے ہاتھ کٹے، پھر پاؤں کٹے، پھر زبان کٹی، پھر گردن کٹی، مدینہ میں ان کی ماں انتظار میں تھی اور صحابہ سے پوچھا تم

واپس آگئے ہو بتاؤ میرے حبیب کا کیا بنا ہے؟ انہوں نے کہا امی جان۔ تمہارے بیٹے کے تو ہاتھ کاٹے، پاؤں کاٹے، زبان کاٹی، پھر سر کاٹا، وہ تو اللہ کے نبی کیلئے شہید ہو گیا ہے۔ اب دیکھیں ماں کا جواب سننا۔ ان کی ماں کہنے لگی۔ لھذا الیوم ارضعته میں آج کے دن کی خاطر اپنے بچے کو دودھ پلا کر جوان کیا تھا۔ مجھے بہت خوشی ہے کہ میرا بیٹا نبی کیے لیے کٹ گیا ہے۔

خواتین اسلام کا تابندہ کردار:

میں یہ بات اس لیے کہہ رہا ہوں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ مردوں نے بھی دیا اور عورتوں نے بھی دیا ہے۔ دین کی خدمت مرد بھی کرتے ہیں دین کی خدمت عورتیں بھی کرتی ہیں۔ مال دین کے نام پر مرد بھی دیتے ہیں عورتیں بھی دیتی ہیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان فرماتے عورتیں اپنے زیور اتار اتار کے اللہ کے نبی کے سامنے پیش کر دیتی کہ بلال رضی اللہ عنہ چادر بچھا کے وہاں پہ بیٹھے ہوتے تھے اور عورتیں وہاں پہ زیور دے رہی ہوتی تھیں۔ اللہ کے نبی پھر ان کیلئے دعائیں بھی فرماتے اور اللہ سے بہت زیادہ مانگتے کہ اللہ ان کو جنت عطا فرما، انہوں نے میرا ساتھ دیا ہے۔

ام حبیبہ کی ہجرت حبشہ:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بیوی جن کا نام ام حبیبہ حضرت رملہ رضی اللہ عنہا ان کے والد کا نام حضرت ابو سفیان ہے اور ان کے بھائی کا نام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہے۔ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا ہے مسلمان ہو گئیں ایک آدمی سے ان کا نکاح ہو گیا۔ مکہ مکرمہ میں جب کافروں نے تنگ کیا تو ام حبیبہ ہجرت کر کے حبشہ چلی گئیں۔

ام حبیبہ ہادی دو عالم کے عقد میں:

اپنے خاوند کے ساتھ وہاں گئی تو ان کا خاوند مرتد اور عیسائی ہو گیا۔ اب یہ بیچاری بہت پریشان ہوئیں کہ میرا کیا بنے گا؟ مدینہ منورہ میں جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پتا چلا تو اللہ کے نبی نے تسلی کیا دی اللہ کے نبی نے فرمایا نجاشی حبشی بادشاہ کو کہ اب اس کا خاوند الگ ہو گیا عیسائی ہونے کی وجہ سے تو اس کو میری طرف سے پیغام نکاح دے دو۔ اس کی قربانی بڑی ہے، سردار کی بیٹی ہے اس نے ہجرت کی ہے تو میں نبی اس کو اپنے نکاح میں لیتا ہوں۔

بڑے نصیب کی بات ہے:

تو اب ظاہر ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہ کے لیے اس سے بڑا اعزاز اور کیا ہو سکتا تھا کہ اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی بیوی بنا لیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہو اور نجاشی جو حبشے کا بادشاہ تھا اس نے خود نکاح پڑھایا اور اپنی طرف سے ان کو بہت بڑا حق مہر دیا اور وہاں سے ان کو مدینہ منورہ بھیجا۔

خال المسلمین امیر معاویہ:

یہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا وہ ہیں کہ جن کے بھائی کا نام ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وہ ہیں کہ جن کا اللہ کے نبی کے ساتھ کئی رشتے ہیں ایک رشتہ یہ ہے کہ ان کے بہن اللہ کے نبی کے گھر میں ہے۔ تو یہ اللہ کے نبی کے برادر نسبتی ہیں حضور کے سالے لگے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سالے ہیں تو پوری امت کے ماموں لگتے ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہمارے ماموں ہیں چونکہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی ہیں۔ (جسے عربی زبان میں "خال المسلمین" کہا جاتا ہے۔)

ہم زلف نبی امیر معاویہ:

دوسرا رشتہ کیا ہے؟ اللہ کے نبی کی ایک بیوی کا نام ہے ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام سلمہ کی بہن ہے کریمۃ الصغریٰ یہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیوی ہیں۔ تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی کے ”ہم زلف“ بھی ہیں جنہیں ہم سانڈو کہتے ہیں اور نبی کے برادر نسبتی بھی ہے جسے سالا کہتے ہیں۔

کاتبِ وحی، فقیہ اور رازدانِ نبوت:

تو ان کے دو رشتے ہیں اللہ کے نبی کے ساتھ اس لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اللہ کے نبی کے صحابی بھی ہیں اور جو قرآن آپ پر اترا اس کو لکھا تو ”کاتبِ وحی“ بھی ہیں۔ اللہ کے نبی کے رازِ دان بھی ہیں۔ نہایت حلم والے بردبار بھی ہیں اور فقہ والے بھی ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان چاروں کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے ہیں اور چونسٹھ لاکھ پینسٹھ ہزار مربع میل پر خلافت کی ہے۔ کتنی؟(6465000 مربع میل پر) آدھی دنیا کے حکمران حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تھے۔

امیر معاویہ جنتی ہے:

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری قوم کا وہ طبقہ جو بحری جہاد میں حصہ لے گا اللہ اس کو جنت میں جگہ دے گا۔ اور اس امت میں سب سے پہلے بحری جہاد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ بحری بیڑے بنا کر انہوں نے دریاؤں کے اوپر سفر کیا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر جہاد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور صحابیات کی قدر کرنی کی توفیق

عطا فرمائے۔ اللہ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

کونڈوں کی لعنت سے بچیں:

بس ایک مسئلہ آخر میں سمجھ لیں۔ یہ 22 رجب کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا دن ہے۔ آپ کے علم میں ہے کہ 22 رجب کو ہمارے ہاں لوگ کونڈے پکاتے ہیں۔ سنا ہے نا؟ کونڈے یہ کونڈے پتا ہے کس وجہ سے ہے؟ عام طور پہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں کہ ہم کونڈے امام جعفر صادق کی پیدائش کی خوشی میں پکاتے ہیں یہ بالکل جھوٹ ہے۔ حضرت امام جعفر صادق پیدا ہوئے ہیں رمضان میں اور فوت ہوئے ہیں شوال میں۔ حضرت امام جعفر صادق کا نہ یہ یوم وفات ہے اور نہ یوم پیدائش ہے۔ اصل میں بات یہ تھی کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے روافض بغض رکھتے ہیں اور ان سے نفرت کرتے ہیں۔ 22 رجب کو امیر معاویہ فوت ہوئے اور رافضیوں نے چھپ چھپ کے کونڈے بنائے، رات کو خوشی منائی۔ خوشی وہ مناتے تھے اور کونڈے پکا کے لوگوں کو کھلاتے تھے۔

کونڈے کھانا حرام ہے:

ہمارے سنی سادے لوگ ہیں انہوں نے بھی دیکھا دیکھی شروع کر دیا۔ اور جب ان سے پوچھا جائے کہ یہ کونڈے کیوں ہیں؟ کہتے جی امیر جعفر صادق کے ہیں۔ بھائی امام جعفر صادق کی نہ پیدائش ہے نہ وفات ہے۔ 22 رجب کو اس لیے میری ماؤں بہنوں سے گزارش ہے کہ 22 رجب کے کونڈے خدا کیلئے نہ پکائیں اگر کوئی آپ کے گھر بھیجے اس کو کتے کے آگے پھینک دیں۔ لیکن خود کبھی نہ کھانا اس کو باہر پھینک دینا۔ جانوروں کو یہ چیزیں کھلانا خود نہ کھانا۔ یہ حرام کا کھانا ہے جو صحابی رسول کی موت کی خوشی میں پکایا جاتا ہے۔

کونڈے کھانا اور کھلانا دونوں حرام:

آپ ایمان سے دیکھو اگر میرے اور آپ کے باپ کے مرنے پر کوئی خوشی کرے ہمیں اچھا نہیں لگتا۔ اور جو اللہ کے نبی کے صحابی حضور کے ہم زلف، حضور کے سالے، کی وفات پہ خوشی کرے ہمیں کیسے اچھا لگ سکتا ہے۔ اس لیے مسئلہ خود بھی سمجھیں اور آگے عورتوں کو سمجھائیں کہ 22 رجب کے کونڈے یہ گناہ ہے۔ پکانا بھی جائز نہیں ہے حرام ہے، کھلانا بھی جائز نہیں ہے حرام ہے اسے بالکل نہ کھائیں۔ اللہ ہم سب کو شریعت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دعاؤں کا اہتمام کریں:

باقی میری آپ تمام سے گزارش ہے کہ ان شاء اللہ دیکھو آج اتوار ہے اگلے ہفتے کو ہمارے ہاں جو بچیاں پڑھتی ہیں۔ دو سالہ فاضلہ کورس میں ان کا وفاق المدارس کا ق بورڈ میں امتحان ہے تو سب دعا کریں کہ اللہ سب کو کامیابی عطا فرمائے ان کیلئے دعا کریں اور دوسرا ان شاء اللہ جب رمضان شروع ہو گا۔

صراط مستقیم کورس برائے خواتین:

جیسے پچھلے سال تھا اس سال پھر ان شاء اللہ صراطِ مستقیم کورس ہو گا تو جو پہلے بچیاں آئیں انہوں نے پڑھا ہے اگر وہ دوبارہ پڑھنا چاہیں تو دوبارہ پڑھنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ بعض کہتی ہیں جی میں نے کورس کیا ہوا ہے، میں دوبارہ کیوں کروں؟ دوبارہ بھی کر سکتی ہیں آپ ابھی سے محنت کریں کہ تمام ہماری بچیاں صراط مستقیم کورس میں زیادہ سے زیادہ شرکت کر سکیں۔ روزانہ رمضان کے اندر ایک یا دو گھنٹے کا سبق ہو گا۔ سب آئیں گی نا ان شاء اللہ۔ اس کے اندر خود بھی آئیں اور دوسری بچیوں کو بھی دعوت دیں کہ اس کے اندر آئیں۔

مرکز اصلاح النساء میں ووکیشنل سنٹر:

باقی ہم کوشش کریں گے کہ جب بچیوں نے دو سالہ فاضلہ کورس کیا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ سال یہ رمضان میں جب بھی ہم نے مشورہ کیا کہ ان کیلئے سلائی سنٹر کا بندوبست کریں گے مشینیں ہماری آگئی ہیں۔ مشینیں ہم نے منگا لی ہیں اور ان کی سلائی کڑائی شروع کروانی ہے دیکھیں ابھی چھٹیوں میں ہوتی ہے یا بعد میں ہوتی ہے۔ سلائی کڑائی بھی کریں گے اور جو صراط مستقیم کورس ہو گا نا یہ ایک مہینے کا اس کے اندر خود بھی آئیں اور باقی اپنی بچیوں کو مدرسے کے اندر بھیجیں کہ وہ کورس کریں۔

حفظ القرآن کی کلاسیں:

حفظ شروع ہے اپنی چھوٹی بچیاں جو ابھی اسکول سے فارغ ہوئی ہیں۔ ہماری بعض عورتیں کہتی ہیں کہ جب میری لڑکی پانچ پڑھ لے، آٹھ پڑھ لے، دس پڑھ لے، میں پھر پڑھاؤں گی، یہ بات بالکل غلط ہے۔ دیکھو آپ کے سامنے ہے میں نے ”خنساء“ کو ایک دن بھی اسکول نہیں بھیجا۔ قرآن کی حافظہ بنی ہے۔ الحمد للہ عالمہ بھی بن گئی ہے۔ اب دیکھو ”خولہ“ نے قرآن حفظ کیا ہے اگلے سال عالمہ بھی بن جائیگی۔

دین کا علم حاصل کریں:

میں نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو سکول نہیں بھیج اب حفظ کر رہا ہے انشاء اللہ ایک سال میں حافظہ بن جائے گا۔ اللہ زندگی دے گا تو عالم بھی بن جائے گا۔ میری آپ سے گزارش ہے اپنی بیٹیاں اور اپنے بیٹے مدرسوں میں بھیجو اور دین پڑھاؤ زندگی بڑی تھوڑی ہے مر جانا ہے قبر میں جانا ہے ہمیں آگے جا کر دین ہی کام آنا ہے۔ باقی کچھ بھی کام نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

خالق کا تعارف؛ محبت اور حقوق

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا. مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ، وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ أَنْ لَّا إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ: مَا کَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۔

(الاحزاب: 40)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

میں نے جو آیت کریمہ آپ کے سامنے تلاوت کی ہے اس کا ترجمہ یہ ہے کہ (اے لوگو) محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں، اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

خالق، مالک اور موجد میں فرق:

اللہ رب العزت ہم سب کے ”خالق“ بھی ہیں اور اللہ رب العزت ہم سب کے ”مالک“ بھی ہیں۔ انسان دنیا میں کسی بھی چیز کا ”خالق“ نہیں۔ ہاں! البتہ انسان دنیا میں بعض چیزوں کا ”موجد“ ضرور ہے۔ خلق کا معنیٰ اور ہوتا ہے اور ایجاد کا معنیٰ اور

ہوتا ہے۔ خلق کا معنی الگ ہوتا ہے اور ایجاد کا معنٰی الگ ہوتا ہے، عدم سے کسی چیز کو وجود میں لانا اسے "خلق" کہتے ہیں اور بعض موجودات کو جمع کر کے نئی ترتیب دینا اسے "ایجاد" کہتے ہیں۔ مثلاً لوہا اس کا خالق اللہ رب العزت کی ذات ہے، درخت اور جس قدر بھی لکڑی ہے ان سب کا خالق رب العزت کی ذات ہے انسان ان میں سے کسی چیز کا بھی "خالق" نہیں۔

اللہ تعالیٰ خالق ہیں:

میں عرض یہ کر رہا تھا کہ اللہ رب العزت تمام اشیاء کے خالق ہیں، انسان کسی بھی چیز کا خالق نہیں ہاں البتہ بعض چیزوں کا "موجد" ہے۔ "خلق" الگ چیز ہوتی ہے اور "ایجاد" الگ چیز ہوتی ہے۔ عدم سے وجود میں لانے کو "خلق" کہتے ہیں اور بعض موجودات کو جمع کر کے نئی شکل دینے کو "ایجاد" کہتے ہیں۔

○ لوہے کا خالق اللہ رب العزت ہے۔
○ لکڑی کا خالق اللہ رب العزت ہے۔
○ پانی کا خالق اللہ رب العزت ہے۔

انسان؛ اشیاء کا موجد ہے:

انسان ان میں بعض چیزں کا "موجد" ہے۔ مثلا لکڑی کو پیدا تو اللہ فرماتے ہیں، جب اللہ رب العزت لکڑی کو پیدا فرمادے انسان کو دماغ عطا فرمائے عقل عطا فرمائے اسباب عطا فرمائے تو انسان لکڑی کو چند لکڑی کی قسمیں جمع کر کے اس کو نئی شکل دیتا ہے۔

◎ کبھی کرسی بنتی ہے۔
◎ کبھی میز بنتا ہے۔
◎ کبھی دروازے بنتے ہیں۔

◎ کبھی فرنیچر بنتا ہے۔

تو یہ نہیں کہتے کہ انسان اس کرسی اور میز کا خالق ہے بلکہ کہتے ہیں اس کرسی اور میز کا موجد ہے۔ لوہے کا خالق اللہ ہے لیکن اس لوہے سے جب گاڑیاں تیار ہوتی ہیں تو کہتے کہ فلاں بندہ اس گاڑی کا موجد ہے۔ خالق اللہ رب العزت ہے اور جب سٹیل اور لوہے کو نئی شکل ملتی ہے تو کہتے بھائی فریج کا موجد انسان ہے۔ ان دو باتوں کو اچھی طرح سمجھیں کہ انسان خالق نہیں ہوتا بعض چیزوں کا موجد ہوتا ہے۔

موجد کی ہدایات اور پابندی:

موجد ہونے کی وجہ سے انسان مالک نہیں بنتا کبھی مالک کوئی اور ہوتا ہے اور موجد کوئی اور ہوتا ہے۔ ایک آدمی فیکٹری لگاتا ہے اس میں جو نئی چیزیں تیار کرتا ہے اس کو فیکٹری کے سامان کا موجد کہتے ہیں۔ یہ موجد ہدایات دے تو سکتا ہے ہدایات کی پابندی نہیں کروا سکتا، اگر ہدایات کی پابندی نہ کرے تو وہ پوچھ نہیں سکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس چیز کا موجد تو ضرور ہے، لیکن مالک نہیں ہے۔

ملکیت ظاہری ہے اور محدود ہے:

اور وہ بندہ جو اس چیز کا ظاہری طور پر مالک بھی ہے اس کی ملکیت ایک حد اور مدت تک ہوتی ہے۔ اس مدت کے بعد اس کی ملک بھی ختم ہو جاتی ہے۔

ایک سادہ سی مثال:

ایک کمپنی ایک گاڑی تیار کرواتی ہے، انجینئر اس گاڑی کا موجد ہوتا ہے، اور اس فیکٹری کا مالک گاڑی بیچنے کے بعد اس گاڑی کا مالک نہیں رہتا خریدنے والا مالک ہوتا ہے تو یہ انجینئر ہدایات دیتا ہے مالک ہدایات دیتا ہے۔ جب ملک بدل گئی ہے تو خریدنے والا پابندی کرے گا تو گاڑی ٹھیک چلے گی، نہیں کرے گا تو ٹوٹ جائے گی۔ اگر ان

ہدایات کی پابندی نہ کرے اور گاڑی ٹوٹ جائے کمپنی اس سے پوچھ نہیں سکتی کہ تو نے ہدایات کی پابندی کیوں نہیں کی؟

اللہ تعالیٰ مالک حقیقی ہیں:

لیکن اللہ رب العزت کی ذات جس طرح تمام اشیاء کی خالق ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ بندے کے بھی خالق ہیں اور بندے کی مالک بھی ہیں، اللہ ہمارا خالق بھی ہے اور مالک بھی، تو جو خالق عدم سے وجود دے اور مالک بھی ہو اس کو حق حاصل ہے کہ ہدایات بھی دے اور ہدایات کی پابندی بھی کروائے۔

مالک حقیقی کی ہدایات:

اس لیے

- ◎ اللہ رب العزت نے چونکہ آنکھ پیدا کی ہے اور پیدا کرنے کے بعد اللہ ہی آنکھ کے مالک بھی ہیں۔ بندہ آنکھ کا مالک نہیں بنتا۔
- ◎ جسم کو اللہ نے پیدا فرمایا ہے تو پیدا کرنے کے بعد جسم کا مالک بھی اللہ ہی رہتا ہے۔ بندہ جسم کا مالک نہیں بنتا۔

یہی وجہ ہے کہ آپ نے سنا بھی ہے آپ نے پڑھا بھی ہے کہ کوئی انسان خود کشی کرنا چاہے تو جائز نہیں۔ جسم کا مالک انسان ہے ہی نہیں تو دوسرے کی ملکیت میں بندہ اپنا اختیار استعمال نہیں کر سکتا، جب بندہ مالک ہی نہیں ہے تو جسم کو استعمال غلط کیسے کرے گا؟ جس طرح خود کشی کرنا حرام ہے اسی طرح جسم کے بعض اعضاء کو نقصان دینا بھی حرام ہے۔

بے اختیار آنسو اور ماتم:

مثلاً احادیث میں بھی ہے اور فقہاء نے مسئلہ بھی لکھا ہے کہ ”ماتم نہ کریں“

کیوں منع کیا ہے؟ اللہ نہ کرے کسی کا بچہ فوت ہو جائے تو جو بے اختیار آنسو آئے وہ تو عورت کے لیے جائز ہے، مرد کے لیے بھی جائز ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت بھی ہے۔

رسول اللہ کی آنکھوں سے آنسو:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوٹے بیٹے کم عمری میں فوت ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی گود میں بچہ اٹھایا آنکھوں سے آنسو بھی جاری تھے اور ساتھ یہ بھی فرماتے تھے۔ وَإِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيمُ لَمَحْزُونُونَ

(صحیح البخاری: رقم الحدیث 1303)

اے ابراہیم! میں آپ کے جانے پر غمزدہ ہوں۔

صحابہ کرام کا تعجب:

حضرت عبد الرحمن بن عوف فرمانے لگے: حضور! لوگوں کو منع کرتے ہیں خود آپ یوں فرماتے ہیں۔ تو نبی پاک نے بات سمجھائی: إِنَّهَا رَحْمَةٌ..... إِنَّ الْعَيْنَ تَدْمَعُ وَالْقَلْبَ يَحْزَنُ وَلَا نَقُولُ إِلَّا مَا يَرْضَى رَبُّنَا (صحیح البخاری: رقم الحدیث 1303)

ایک ہوتا ہے کسی کے جانے پر آواز کے ساتھ رونا ایک ہوتا ہے آنسو کا بے اختیار نکلنا یہ اولاد کا حق ہوتا ہے۔

میرا ذاتی تجربہ:

بلکہ میں ایک بات کہتا ہوں جو پہلے ہم سنتے تھے اور تجربے میں نہیں تھی اور بعض باتیں بندہ سنے تو سمجھ میں نہیں آتیں اور بعض باتیں تجربات کے بعد سمجھ میں آتی ہیں۔ مثلاً ایک ہوتا ہے اولاد کے دنیا سے جانے پر غمزدہ ہونا اور ایک ہوتا ہے اولاد کے دنیا سے نہیں ایک گھر سے دوسرے گھر جانے پر غمزدہ ہونا۔

جب بیٹیوں کا نکاح ہو جائے:

بیٹی کا نکاح ہوتا ہے ماں کی آنکھوں سے آنسو آجاتے ہیں، باپ کی آنکھوں سے بھی آنسو آجاتے ہیں۔ تو عام بندہ سمجھتا ہے یہ خوشی کا موقع تھا یہ آنسو کس بات کے؟ یہ بات ہمیں بھی سمجھ میں نہیں آتی۔ جب تک ہم صاحب اولاد نہیں تھے ہمیں تعجب ہوتا تھا۔ ہم کیونکہ دیہات کے لوگ ہیں دیہات میں شادی ہوتی ہے، تو بچی کی رخصتی ہوتی ہے تو وہ رو پڑتی ہیں۔

خوشی کے آنسو:

ہم بچپن میں سوچتے تھے یہ خوشی کی بات یا رونے کی بات ہے۔ شادی ہو رہی ہے، شادی پر تو لوگ خوش ہوتے ہیں اور یہ کیوں روتی ہیں؟ لیکن آج یہ بات سمجھ میں آئی جہاں بچی کی شادی کی خوشی ہوتی ہے وہاں اپنے والدین سے جدا ہونے کا غم بھی ہوتا ہے، جہاں ماں اور باپ کو بہت بڑی خوشی ہوتی ہے کہ ہم نے ایک بڑا فرض ادا کیا ہے اللہ کے فضل و کرم سے، وہاں اس اولاد کے گھر سے جانے کا غم بھی ہوتا ہے خواہ اپنی بیٹی ساتھ والے گھر میں کیوں نہ جائے۔ دیوار ایک ہو لیکن تب بھی باپ اور ماں کے دل پر ایک چوٹ لگتی ہے جس کو ماں اور باپ کے علاوہ کوئی نہیں سمجھتا۔

جب صاحبزادی کی نسبت طے ہوئی:

ہمیں کب سمجھ آئی تجربات سے ہم گزرے۔ میری بیٹی کی عمر زیادہ نہیں 16 سال کی ہے، الحمد للہ قرآن کریم حفظ کیا ہے، گردان کی ہے، کتابیں پڑھ رہی ہے، تو ابھی تک ہم نے اپنی بیٹی کا نکاح نہیں کیا، ابھی تک بیٹی کو رخصت نہیں کیا، صرف بیٹی کی نسبت طے کی۔ جو میرے ہونے والے داماد کے والد ہیں، وہ تشریف لائے بات ہوئی تو میں نے ہاں کر دی۔

رسوم کا شریعت میں وجود نہیں:

کیونکہ ہمارے ہاں وہ رسمیں نہیں ہیں جو لوگوں کے ہاں ہیں، ہم رسموں کے قائل نہیں۔ پہلے انگوٹھی دیں، پھر انگوٹھی لیں، پھر گھڑی لیں، 2 مرتبہ جائیں، 10 مرتبہ آئیں اس کا شریعت میں وجود نہیں۔ بس آپ کسی سے بیٹی لینا مناسب سمجھیں تو وہ ہاں کر دیں اسی کا نام منگنی ہے وہ انکار کر دے تو منگنی نہیں ہے۔ منگنی کا معنیٰ ہے کہ ہم نے فلاں سے بیٹی مانگی ہے اور انہوں نے دے دی ہے۔ اس کا نام ہوتا ہے منگنی اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔

آنسو چھلک پڑے:

میں گزارش یہ کر رہا ہوں کہ صرف بیٹھک سے گھر جا کر میں نے یہ بات بتائی کہ بھائی ابو بکر کے والد صاحب آئے ہیں، انہوں نے بیٹی مانگی ہے اور میں نے "ہاں" کر دی ہے آپ ہاں کریں یا نہ۔ آپ یقین فرمائیں میرے بھی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور بیگم بھی رو پڑی، اب مجھے اس وقت پتہ چلا کہ بیٹی کی رخصتی یا نکاح پر باپ کیوں روتا ہے؟

مجھے پہلے زندگی میں یہ بات سمجھ نہیں آئی کہ بیٹی کے نکاح پر یا رخصتی پر باپ کیوں روتا ہے؟ میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ ہم نے نکاح نہیں کیا ابھی بیٹی ہمارے پاس ہے صرف ہاں کی ہے کہ ہم تمہیں دیں گے اسی پر رو پڑے حالانکہ بیٹی نے ہمارے گاؤں میں جانا ہے رشتہ داروں کے ہاں جانا ہے دوسری جگہ پر نہیں جانا۔

ماتم، قتل اور خودکشی:

اب میں بات سمجھاتا ہوں کہ خودکشی کرنا حرام ہے، اپنے جسم کو بلاوجہ اپنے سینے پر ایسا ہاتھ کیوں مارا؟ جس کی وجہ سے درد ہوا، آپ نے اپنے چہرہ پر ہاتھ کیوں مارا

جس سے چہرہ پہ درد ہوئی ہے، شریعت اس کی اجازت نہیں دیتی۔ بلاوجہ دوسرے بندے کی جان لو تو حرام، دوسرے کو مارے تو حرام اور خود مارے تو حرام۔

اپنی ذلت بھی ناجائز ہے:

اس سے بڑھ کر میں ایک بات عرض کرنا چاہوں گا: میری ماؤوں، بیٹیوں سے گزارش ہے کہ غور سے سنیں! ایک ہوتا ہے خودکشی کرنا، ایک ہوتا ہے اپنے عضو کو بلاوجہ تکلیف دینا، اس سے اگلی بات جس طرح کسی دوسرے مومن کو، دوسرے انسان کو ذلیل کرنا جائز نہیں اپنے نفس کو بھی بلاوجہ ذلیل کرنا جائز نہیں لَا یُحِلُّ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یُّذِلَّ نفسَہ۔ (جامع الاحادیث رقم الحدیث 27837)

ہماری عزت و ذلت کا مالک اللہ ہے:

ایک ہوتا ہے اللہ کے دین کے لیے بندہ ذلت برداشت کرے اور ایک ہوتا ہے کہ دنیا کے سامنے بندہ خود کو ذلیل کرے، جس طرح ہم اپنی ذات کے خود مالک وخالق نہیں، اپنی عزت کے بھی مالک وخالق نہیں۔ چونکہ اللہ کی ذات خالق بھی ہے مالک بھی ہے ہم اپنے جسم میں کوئی تصرف نہیں کرسکتے اسی طرح ہماری ذات اور عزت کا مالک کون ہے؟ اللہ ہے۔ تو خدا کی مرضی کے بغیر خود کو ذلیل کرنا جائز نہیں اور دوسرے کی عزت نفس کو مجروح کرنا جائز نہیں۔

طیبِ نفس یعنی خوش دلی:

کسی مسلمان کا مال بھی اس کی خوش دلی کے بغیر کھانا جائز نہیں۔ آپ کسی سے چائے کا کپ پئیں اور یہ سمجھے کہ دل سے نہیں پلا رہا تو ایسی چائے کا ایک کپ پینا بھی جائز نہیں ہے۔ ایک گلاس پانی کا پئیں اور آپ یہ سمجھے کہ وہ خوشدلی سے نہیں پلا رہا تو یہ ایک گلاس پانی بھی جائز نہیں ہے، اللہ ہمیں یہ بات سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

اعضائے انسانی کا ضیاع اور ماتم:

تو اللہ رب العزت ہمارے جسم اور جان کے خالق بھی ہیں اور مالک بھی ہیں لہٰذا ایک مسئلہ تو یہ سمجھیں کہ اپنی جان کا ضیاع یہ بھی حرام اور اپنے جسم کا عضو ضائع کرنا یہ بھی حرام یہ بھی جائز نہیں ہے اس لیے یہ جو ہمارے معاشرے میں لوگ ماتم کرتے ہیں شریعت میں ناجائز ہے حرام ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائیں۔

خودکشی کرنے والا کا جنازہ:

اسی طرح کبھی آدمی دنیا کے حالات سے تنگ آ کر خودکشی کرتا ہے تو اتنا بڑا جرم ہے ، اتنا بڑا جرم ہے کہ فقہا نے لکھا ہے کہ اس علاقہ کے مذہبی پیشوا یا مقتدا شخصیات کو اس کا نماز جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے عام لوگ تو بے شک نماز جنازہ پڑھیں لیکن مقتدا نہ پڑھے۔ کیونکہ کافر تو نہیں فاسق ہے جنازہ بے شک پڑھیں اس کے لئے دعا مغفرت کرتے کہ اللہ اس کو معاف فرمائیں۔

جیسے اللہ کا حکم ہو:

میں نے ایک مسئلہ میں یہ سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ اپنے جسم میں اپنی مرضی سے کوئی تصرف نہیں کر سکتے اللہ رب العزت جیسا فرمائیں گے ویسا کریں گے۔

ہدایات کون دے سکتا ہے؟

یہ سمجھیں کہ انسان اشیاء کا موجد ہے ، خالق نہیں۔ وہ بتائے گا کہ اس کا استعمال کیسے کرنا ہے؟ وہ جو فریج کا موجد ہے، خالق نہیں۔ وہ بتائے گا اس کا استعمال کیسے کرنا ہے؟ گاڑی کا موجد گاڑی کے استعمال کا طریقہ بتائے گا۔ کوئی بندہ گاڑی کے انجینئر کی مخالفت کرے، اس کی کوئی بات نہ سنے!!

مالک حقیقی کو ہدایات کا حق زیادہ ہے:

گاڑی انجینئر کی ہدایات کے مطابق استعمال کرو گے تو گاڑی صحیح چلے گی اور اگر گاڑی انجینئر کی ہدایات کے مطابق استعمال نہیں کرو گے تو خود بھی برباد ہوں گے اور تمہیں بھی برباد کر دے گا۔ اب بات سمجھیں وہ جو بلڈنگ بنائے ہدایات دے سکتا ہے، فریج کا موجد بھی ہدایات دے گا کہ طریقہ استعمال اس طرح ہے تو جو اللہ بندے کو بنائے اور اس کی تخلیق کرے، وہ بھی بندے کو ہدایات دے گا کہ تم نے میری تخلیق کردہ چیزوں کیسے استعمال کرنا ہو گا؟؟ اللہ کو زیادہ حق حاصل ہے کہ کسی بات کا حکم فرمائیں۔

شریعت کا حکم اچھا نہیں لگتا:

ایک مثال میں اور دیتا ہوں اس بات کو سمجھیں۔ بسا اوقات مردوں کو اُلجھن ہوتی ہے اور کبھی عورتوں کو اُلجھن ہوتی ہے۔ مردوں کو یہ اُلجھن ہوتی ہے کہ شریعت کا حکم ہے داڑھی رکھو! ایک مشت سے کم داڑھی کٹانا بھی حرام ہے۔ منڈانا بھی حرام ہے۔ اب بعض لوگوں کو یہ حکم شرعی اچھا نہیں لگتا بلکہ ان پر گراں گزرتا ہے۔ خواتین کو حکم ہے کہ اپنے بال پورے رکھیں اور سوائے عمرہ کے خواتین کو کبھی بھی بال کٹانے کی اجازت نہیں۔

الھدیٰ انٹرنیشنل کا فتنہ:

آج کے دور میں ایک نیا مسئلہ ہے۔ ایک خاتون ہے فرحت ہاشمی "الھدیٰ انٹرنیشنل" اس کا ادارہ ہے۔ اس نے ایک نیا مسئلہ پیش کیا ہے: عورت ویسے بال نہیں کٹوا سکتی، ہاں! شوہر کی خوشی کے لئے کٹوا سکتی ہے، یہ بالکل غلط، ناجائز اور حرام ہے۔ کبھی بھی ایسا نہ کریں۔

میاں بیوی کو خوش کرنے کے شیطانی طریقے:

میں نے کہا یہ تو ایسا ہے کہ شوہر کی خوشی کے لئے بال کاٹی گئی کل کوئی نیا مسئلہ اٹھائے گی کہ عورت کی خوشی کے لئے شوہر داڑھی کٹوا سکتا ہے۔ جس طرح شوہر کے لئے داڑھی کٹوانا اور منڈوانا حرام ہے اسی طرح عورت کو بھی ایک پورا بال کٹوانا بھی حرام ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ ستر ہزار فرشتوں کی روزانہ تسبیح یہ ہے: سبحان اللہ الذی زین الرجال باللحی والنساء بالذوائب

پاک ہے وہ اللہ جس نے مرد کو داڑھی کے ساتھ زینت عطاء فرمائی اور جس نے عورت کو سر کے بالوں کے ساتھ زینت عطاء فرمائی۔ جس طرح عورت اگر حلق، ٹنڈ کروائے بد صورت لگتی ہے اسی طرح اگر مرد داڑھی کٹوا دے منڈوا دے مرد بد صورت لگتا ہے۔

داڑھی منڈا بد صورت کیسے؟

آپ کے ذہن میں شاید یہ بات ہو کر آئے کہ مرد اگر داڑھی منڈوائے بد صورت لگتا ہے ہمیں تو نہیں لگتا معاشرے میں وہ اگر داڑھی رکھے تب بد صورت لگتا ہے۔ میں نے کہا بات ہے سوچ و دماغ کی، ہمارے معاشرے میں چونکہ غلاظت اور بد دینی اتنی پھیلی ہوئی ہے کہ جو خلاف فطرت کام ہے وہ ہمیں اچھے لگتے ہیں۔

داڑھی منڈانے والا فطرت کے خلاف چلتا ہے اور سلیم الفطرت لوگوں کی نظر میں بد صورت ہی ہوتا ہے۔ جن لوگوں کو فطرت سلیمہ نہیں ملتی وہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے۔ میں خلاف فطرت پر میں دو مثالیں دے کر بات کو ختم کرتا ہوں۔

جب معاشرے میں مسلسل کام خلاف فطرت ہونا شروع ہو جائے تو اس کے نقصانات کیا ہوتے ہیں؟ اور بندے پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے؟

سانپ آیا ہے، مرد بلاؤ:

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بادشاہ تھا، اس کا بچہ تھا، گھر میں عورتیں تھیں، کنیزیں تھیں، بچہ ان عورتوں اور کنیزوں کے ساتھ کھیلتا تھا۔ ایک دن گھر میں ایک سانپ گھس آیا، تو گھر کی عورتوں نے آواز لگانا شروع کی: سانپ آیا ہے، کوئی مرد بلاؤ! سانپ آیا ہے، کوئی مرد بلاؤ! کوئی لاٹھی لاؤ!

تو وہ شہزادہ صاحب وہاں تھے کہنے لگے کوئی مرد ہے تو بلاؤ! کسی نے کہا کہ تو تو خود مرد ہے تو سانپ کیوں نہیں مارتا؟ تو اسے احساس ہوا کہ میں بھی مرد ہوں، وہ چونکہ مسلسل بچپن سے عورتوں میں پلا بڑھا اس میں یہ احساس بھی نہیں تھا کہ میں مرد ہوں اور سانپ کو میں بھی مار سکتا ہوں۔ یہ معاشرے کا اثر پڑا ہے۔ خلاف فطرت کام کرنے سے بندے کا مزاج بدلتا ہے اور بندے کی فطرت پر اثر انداز ہوتا ہے۔

حس ختم یا بدبو ختم؟:

اس کی دوسری مثال آپ سمجھیں: کہتے ہیں کہ ایک لڑکی تھی اس کا نکاح ہوا، رخصتی ہوئی، لڑکی کا خاندان کوئی اور تھا، جس گھر میں اس کا نکاح ہوا تھا وہ پیشے کے لحاظ سے موچی تھے (میں موچیوں کی ذات پر تنقید نہیں کر رہا تمام ذاتیں اور قومیں اللہ کی بنائی ہوئی ہیں۔ اللہ کے ہاں معیار ایمان اور تقویٰ ہے۔ ذات پات یا حسب و نسب نہیں) خیر! چمڑے کا ان کا کاروبار تھا۔ چمڑے کو رنگنا، چمڑے کو سیٹ کرنا۔

اب ظاہر ہے جہاں چمڑا ہو بدبو تو آتی ہے، اب لڑکی نے ناک چڑھائی اور جا کر لڑکے کی ماں سے کہنے لگی: تمہارے گھر میں بدبو بہت ہے، اب ظاہر جہاں چمڑا ہو گا بدبو تو ہو گی۔ اس میں نہ کوئی عورت کی خاصیت ہے اور نہ کوئی مرد کی۔ ہر بدبو والی جگہ پر بدبو محسوس ہو گی۔

کچھ دن گزرے اب وہی بچی اپنی ساس سے کہنے لگی: امی جان آپ نے میری کرامت دیکھی ہے؟ امی نے کہا کہ بیٹی کون سی کرامت؟ اس نے کہا کہ تمہارے گھر کی ساری بدبو ختم ہو گئی ہے۔ ساس بڑی سمجھ دار تھی اس نے کہا: بیٹی! بدبو ختم نہیں ہوئی تمہاری ناک کی حس ختم ہو گئی ہے یہ تمہاری کرامت نہیں ہماری صحبت کا اثر ہے۔

اللہ تعالی ہمیں اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت والی زندگی نصیب فرمائے۔ اللہ ہم سب کا خاتمہ بالایمان فرمائے۔ اللہ تعالیٰ فتنوں اور فتنیوں سے ہمارے مردوں اور خواتین سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

عزت نفس اور باہمی احترام

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ أَعْمَالِنَا. مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ، وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ، وَنَشْھَدُ أَنْ لاَّ إِلٰہَ إِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْكَ لَہٗ وَنَشْھَدُ أَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ، صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰى آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْرًا أَمَّا بَعْدُ. فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰى أَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسٰى أَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْھُنَّ وَلَا تَلْمِزُوْا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْأَلْقَابِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْإِیْمَانِ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَأُولٰئِكَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ یَا أَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَیُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ یَّأْكُلَ لَحْمَ أَخِیْہِ مَیْتًا فَكَرِھْتُمُوْہُ وَاتَّقُوا اللّٰہَ إِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ○ یَا أَیُّھَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰہِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ○

(الحجرات: 13،12،11)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰى إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اَللّٰھُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰى آلِ إِبْرَاھِیْمَ إِنَّكَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

دینی احکامات اور اس کے مخاطبین:

پارہ نمبر 26 سورۃ الحجرات کی تین آیات میں نے تلاوت کی ہیں۔ ان آیات کریمہ میں اللہ رب العزت نے دین کے احکامات عطاء فرمائے ہیں اور ان آیات میں اللہ رب العزت نے بعض احکام بیان فرماتے وقت مردوں کو الگ خطاب کیا ہے اور خواتین کو الگ خطاب کیا ہے۔ آیت نمبر 11 میں اللہ رب العزت نے تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں اور یہ تین باتیں ایسی ہیں جو نہایت اہم ہیں، اسی طرح اگلی آیت، آیت نمبر 12 میں بھی اللہ رب العزت نے تین باتیں نہایت اہم ارشاد فرمائی ہیں اور آیت نمبر 13 میں خلاصہ بیان فرمایا ہے بات کو سمجھانے کے لیے۔

تمسخر، عیب، برے القاب اور دل آزاری:

آیت نمبر 11 میں فرمایا يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَى أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ اے ایمان والو! تم میں سے بعض لوگ دوسرے بعض لوگوں سے مذاق ٹھٹھہ اور تمسخر نہ کریں۔ ہو سکتا ہے جن کا تم مذاق اڑاتے ہو وہ تم سے بہتر ہوں۔ اسی طرح وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ بعض عورتیں بھی دوسری بعض عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں، ہو سکتا ہے یہ جو مذاق اڑانے والی ہے یہ بہتر نہ ہو بلکہ وہ بہتر ہو جن کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ اسی طرح کسی پر عیب نہ لگاؤ، طعنہ نہ دو اور برے برے نام رکھ کے ان کے لقب نہ دیا کرو۔ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْإِيمَانِ ایمان لانے کے بعد بہت برا اور بڑا گناہ ہے کہ آدمی ایسا لفظ کسی کے لیے بولے جس سے نفرت آتی ہو اور جو شخص اس سے توبہ نہ کرے وہ بہت بڑا ظالم ہے۔

بد گمانی، جاسوسی اور غیبت:

اسی طرح آیت نمبر 12 میں فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ اے ایمان والو! آپس میں ”بدگمانیوں“ سے بچا کرو، إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ اس لیے کہ بعض گمان جو غلط ہوں گناہ ہوتے ہیں۔ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اور کسی کی ”راز کی باتیں“ تلاش نہ کیا کرو! اور تم ایک دوسرے کی ”غیبت“ بھی نہ کیا کرو۔

مردہ بھائی کا گوشت کھانا:

أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ کیا تم میں سے کوئی بندہ اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے تم اس کو پسند نہیں کرتے تمہیں گھن آتی ہے لہذا اپنے بھائی کی غیبت بھی نہ کرو۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَحِيمٌ اور تم اللہ سے ڈرو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والے اور رحم کرنے والے ہیں۔

تخلیق، خاندان وقبائل اور حقیقی عزت:

آیت نمبر 13 میں فرمایا يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى اے لوگو ہم نے تم سب کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا فرمایا۔ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا اور تمہاری ذاتیں ار تمہارے قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو پہچانیں إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ۔ اللہ تعالی کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے کہ جو تم میں سے زیادہ متقی ہے اللہ سب کچھ جانتے ہیں اور اللہ کریم بالکل باخبر ہیں۔

تو یہ تین آیات میں نے تلاوت کی ہیں ان تین آیات میں اللہ پاک نے جو

چیزیں بیان فرمائی ہیں ان میں سے پہلی چیز ہے تمسخر اور مذاق اڑانا۔

تمسخر اور مذاق کی مختلف صورتیں:

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے ”الجامع الاحکام القرآن“ میں لکھا ہے کہ کسی شخص کی تحقیر اور توہین کے لیے اس کے کسی عیب کو اس طرح ذکر کرنا جس سے لوگ ہنسنے لگیں اس کو ”تمسخر اور استہزاء“ کہتے ہیں اور یہ تمسخر جیسے زبان سے ہوتا ہے ایسے ہی ہاتھ اور پاؤں سے بھی ہوتا ہے، آپ کسی کی چلتے ہوئے نقل اتاریں، کسی کے بولنے کی نقل اتاریں، کسی کے ہاتھ کے اشارے کی نقل اتاریں، جس سے اس کی تحقیر مقصود ہو یہ تمسخر ہے، اللہ پاک اس کو حرام فرمایا ہے اس سے بچنا چاہیے۔

الزام تراشی اور بُرے القاب دینے کی ممانعت:

اسی طرح دوسری بات اللہ رب العزت نے فرمائی کہ تم کسی پر ”الزام“ لگانے کسی پر مذاق اڑانے اور کسی کے بارے میں ”برا لقب دینے“ سے بہت بچا کرو! اس کی سخت ممانعت ہے۔

اللہ رب العزت نے اس آیت میں مردوں کو مستقل طور پر خطاب فرما کر منع کیا ہے اور عورتوں کو مستقل طور پر خطاب کر کے منع فرمایا ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ مرد بھی یہ کام کرتے ہیں اور عورتیں بھی یہ کام کرتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے سب کو منع فرمایا ہے اور بات سمجھائی ہے کہ کوئی عورت جس کسی دوسری عورت کا مذاق اڑاتی ہے ہوسکتا ہے وہ اپنے اعمال کی وجہ سے اس سے بہتر ہو، تو بتاؤ اس کا تمہیں کیا فائدہ؟ اللہ ہی جانتے ہیں کہ تم سے بہتر کون ہے اس لیے مذاق نہیں اڑانا چاہیے۔

آیت کا حاصل:

آیت کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے بدن یا صورت یا قد و قامت

وغیرہ میں کوئی عیب نظر آئے تو کسی کو اس پر ہنسنے اور استہزاء کرنے کی جرات نہیں کرنی چاہیئے کیونکہ اسے معلوم نہیں کہ شاید وہ اپنے اخلاص اور نیک اعمال کی وجہ سے اللہ کے ہاں اس سے بہتر اور افضل ہو۔

عمرو بن شرحبیل کی حالت:

مفتی محمد شفیع عثمانی صاحب رحمہ اللہ نے تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے: ہمارے اکابر نے جب یہ آیت سنی تو ان کا حال یہ تھا کہ عمرو بن شرحبیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر کسی شخص کو بکری کے تھنوں سے منہ لگا کر دودھ پیتا دیکھوں اور اس پر مجھے ہنسی آجائے تو میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میں بھی ایسا ہی نہ ہو جاؤں۔

عبداللہ بن مسعود کی حالت:

فقیہ الامت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میں کسی کتے کے ساتھ بھی استہزاء کروں تو ڈرتا ہوں کہ میں خود کتا نہ بنا دیا جاؤں اس قدر ڈرتا ہوں جب ہم کسی

◎ لولے، لنگڑے کا مذاق کریں اللہ ہمیں ایسا نہ بنا دے۔

◎ کالے کا مذاق اڑائیں اللہ ہمیں ویسا نہ بنا دے۔

◎ کسی معذور کا کریں اللہ ہمیں ویسا نہ بنا دے۔

◎ اندھے پر مذاق اڑائیں اللہ ہمیں ویسا ہی نہ بنا دے۔

اللہ کو ساری قدرتیں حاصل ہیں، اس لیے بہت زیادہ بچنا چاہیئے۔

اللہ تعالی کی نگاہ قلوب مسلم پر:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحیح مسلم شریف میں حدیث موجود ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی مسلمانوں کی صورتوں اور

ان کی دولت پر نظر نہیں فرماتے بلکہ اللہ مسلمان کے قلوب اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔

کسی کو کم نگاہ سے نہ دیکھ:

اسی طرح امام قرطبی نے اس حدیث کے متعلق فرمایا اس حدیث سے قاعدہ معلوم ہوا کہ شخص کے معاملے میں اس کے ظاہری حال کو دیکھو کس حکم نہیں لگانا چاہیئے کیونکہ ہوسکتا ہے ظاہر میں تمہیں کچھ اور نظر آتا ہو اور اس کا باطن اللہ کے ہاں بہت بہتر ہو۔ اس لیے آدمی کو اس سے بہت زیادہ بچنا چاہیئے اور اپنے اعمال کی فکر کرنی چاہیئے اور دوسرے کو حقیر سمجھنے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔

عیب جوئی کا مرض:

دوسری چیز جس کی اس آیت میں ممانعت آتی ہے وہ ہے "لمز" اس آیت میں اللہ پاک نے فرمایا وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ۔

اسی طرح قرآن کریم میں ہے وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ (النساء:29)

یہ آیت سمجھنے کی ہے فرمایا وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ تم اپنے عیب نہ نکالو اسی طرح فرمایا وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔

اپنا قتل اور اپنے عیب؟

انسان خود کو تو قتل نہیں کرتا، اپنے عیب تو نہیں نکالتا پھر اس کا کیا مطلب یہ ہے کہ اپنے عیب نہ نکالو، اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ معارف القرآن میں لکھتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ دیکھو آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کرو، ایک دوسرے کو طعنہ نہ دو اور اس انداز میں بات کیوں کی ہے؟ جب انسان دوسرے کو قتل کرتا ہے تو گویا خود کو قتل کرتا ہے، کیوں؟ جب اس نے دوسرے کو مارنا ہے تو دوسرے اس کو ماریں گے، اسی طرح جب انسان کسی اور کا

عیب نکالتا ہے تو گویا اپنے عیب نکالتا ہے، جب آپ کسی کو طعنہ دیں گے وہ دوسری آپ کو طعنہ دیں گے تو گویا آپ نے اپنے عیب نکالے ہیں۔

لوگوں کی آنکھیں اور تمہارے عیب:

جیسے بعض علمائے کرام فرماتے ہیں: **وفيك عيوب وللناس اعين** تم عیب موجود ہیں اور لوگوں کی آنکھیں ان کو دیکھتی ہیں اور تمہیں نظر نہیں آتے۔ تو جب انسان دوسرے کو قتل کرتا ہے، تو اس کے حامی اس کو ماریں گے۔ گویا اس نے خود کو مار دیا ہے، جب دوسرے کے عیب نکالتا ہے دوسرے اس کے عیب نکالیں گے گویا اس بندے نے اپنے عیب خود نکالے ہیں اس لیے انسان کو اپنا خیال کرنا چاہیئے۔

میں عیب کیوں نکالوں؟:

پھر یہ بھی سوچے کہ جب میں دوسروں کے عیب نکالتا ہوں تو میرے اندر کتنے عیب ہیں، اللہ کتنا ستّار (عیب چھپانے والا) ہے، اللہ نے پردہ ڈالا ہوا ہے میرے عیوب اللہ پاک نے پردے میں چھپا دیے ہیں، تو مجھے خیال کرنا چاہیئے۔ جب اللہ میرے عیب پردے میں چھپاتا ہے تو میں دوسرے کے عیب کیوں نکالوں؟

چشم پوشی سے کام لیں:

اس لیے انسان کی خوش قسمتی اور سعادت مندی ہوتی ہے کہ انسان اپنے عیب کو دیکھے اور دوسرے پر چشم پوشی کرے اور اگر عیب دیکھ بھی لے تو چھپائے۔

تین انگلیاں کیا کہتی ہیں؟:

دیکھو ہمارے بڑے فرماتے ہیں کہ جب ہم انگلی کے ساتھ کسی کے عیب کی طرف اشارہ کرتے ہیں ہماری ایک انگلی اُدھر جاتی ہے تو تین انگلیاں ہماری طرف آتی ہیں ایک انگلی کہتی ہے اُسے دیکھو تو تین کہتی ہیں خود کو دیکھو۔ اس لیے کسی کے عیب

نکالنے سے پہلے انسان کو کئی بار سوچنا چاہیئے کہ میرے اندر کتنے عیب موجود ہیں؟ اور جب انسان اپنے عیبوں کی فکر کرتا ہے تو پھر دوسرے کے عیبوں کو بھول جاتا ہے۔

پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر

ہندوستان کا آخری بادشاہ بہادر شاہ ظفر گزرا ہے اس کی اس وقت بھی رنگون (برما) میں قبر ہے۔ اب تو برما کا نام ہی بدل گیا ہے اب یہ ”میانمار“ کے نام سے مشہور ہے ینگون میں بہادر شاہ ظفر مرحوم کی قبر ہے۔ میں جب برما کے دورہ پر اس سال گیا ہوں تو میں نے اس کی قبر پر جا کر دیکھا ہے۔ وہاں اس کے اشعار بھی موجود ہیں بہادر شاہ ظفر نے کہا تھا۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر
رہے دیکھتے لوگوں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پہ جو نظر
تو جہاں میں کوئی برا نہ رہا

جب اپنے عیب سامنے آئے تو پتا چلا کہ سب سے بُرے ہم ہیں اور جب تک اپنے عیب پر نظر نہیں پھر انسان دوسروں کے عیب کو ٹٹولتا ہے۔ اس لیے اللہ کے لیے دوسروں کے عیب ڈھونڈنے کی بجائے ہمیں اپنے عیب ختم کرنے کی فکر کرنی چاہیئے۔

اللہ کی ناراضگی کا سبب:

اس آیت میں اللہ پاک نے تیسری بات فرمائی ہے کہ کسی دوسرے کو برے لقب سے پکارنا منع ہے۔ مثلاً

- ☼ ایک آدمی ایک ٹانگ سے معذور ہے اسے کہتے ہو ”اوئے لنگڑے لولے“
- ☼ ایک آدمی کی آنکھیں نہیں ہیں اسے کہتے ہو ”اوئے اندھا“
- ☼ ایک آدمی کی ایک آنکھ نہیں ہے اسے کہتے ہو ”اوئے کانا“

تو ایسے لفظ سے جب پکارتے ہیں تو اللہ ناراض ہوتے ہیں جو نعمت اللہ پاک نے دی ہے اس نعمت کو اللہ چھین بھی سکتے ہیں۔

وہ ناراض ہوتا ہے؟:

حضرت ابو جبیرہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں آئے تو ہم میں اکثر آدمی ایسے تھے جن کے دو یا تین نام مشہور تھے بعض نام ایسے بھی تھے جو لوگوں نے ان کی تحقیر اور توہین کے لیے مشہور کر رکھے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہ تھا بسا اوقات آپ بھی ان کو وہی نام لے کر پکار لیتے۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! وہ اس نام سے ناراض ہوتا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، اللہ پاک نے فرمایا کہ کسی کو برے نام سے نہ پکارا کرو۔

آیت کی تفسیر عبداللہ بن عباس سے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں جو وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کسی شخص نے کوئی گناہ یا برا عمل کیا پھر اس پر ثابت بھی ہو گیا۔ اس کے بعد اس کو اس برے عمل کے وجہ سے برے نام سے پکارنا۔ مثلاً

- چوری کرنے والا۔
- زنا کرنے والا۔
- شراب پینے والا۔

توبہ کے بعد طعنہ دینا:

آدمی نے چوری سے توبہ کر لی ہے۔ پھر اسے لوگ ”چور“ کہتے ہیں۔ ایک آدمی نے شراب پی ہے توبہ کر لی ہے پھر بھی اسے کہتے ہیں ”ڈرنکر“ (Drunker)

ہے، یا پیتا ہے۔ ایک آدمی نے العیاذ باللہ، بدکاری کی ہے اس کے بعد اس نے توبہ بھی کر لی ہے پھر بھی لوگ اسی نام سے پکاریں، عار دلائیں، تحقیر کریں، حرام ہے۔

گناہ پر عار دلانا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی مسلمان کو ایسے گناہ پر عار دلائے جس سے اس نے توبہ کر لی ہے، تو اللہ اپنے ذمے لے لیتا ہے کہ اس کو اسی گناہ میں مبتلا کر کے دنیا و آخرت میں رسوا کرے گا۔ (قرطبی)

اللہ پاک ہم سب کی حفاظت فرمائے، تو اس آیت میں یہ باتیں منع فرمائی ہیں پہلی کسی کا مذاق نہ اڑائیں، دوسری کسی کے عیب نہ نکالیں، تیسری کسی کو برے لقب سے یاد نہ کریں، اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔

چھوٹو میاں........وغیرہ:

لیکن ایک بات سن لیں! بعض لقب ایسے ہیں جو ہمارے ہاں تاریخ میں مشہور ہیں اگرچہ بذات خود اچھے نہیں لیکن ان کے بغیر پہچان نہیں ہوتی، ایک بات چل نکلی اور بندہ اس کو محسوس بھی نہیں کرتا۔ بسا اوقات ایسے لقب سے تعبیر کرنے کی اجازت ہوتی ہے۔ مثلاً ایک بندہ چھوٹے قد کا ہوتا ہے اسے ”چھوٹو میاں“ کہتے ہیں۔

ایک وقت آتا ہے کہ وہ بڑا بھی ہو جاتا ہے، شادی شدہ بھی ہو جاتا ہے، پھر بھی اس کا لقب چھوٹو میاں ہی رہتا ہے تو اس کے نام کے ساتھ کہتے ہیں فلاں چھوٹو۔ وہ خود بھی محسوس نہیں کرتا، تو ایسی بات کہنے کی اجازت ہوتی ہے۔ اس طرح بعض روایات میں یوں بھی آیا ہے جیسے ایک محدث کا نام ہے اعرج اعرج کا معنی لنگڑا ہے لیکن اس کی شہرت ہے۔

گنجائش کا ثبوت:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو جس کے ہاتھ نسبتاً لمبے تھے ”ذو الیدین“ فرمایا دو ہاتھوں والا۔ اللہ کے نبی نے پیار سے فرمایا اب وہ نام چل پڑا ہے۔

محض پہچان مقصود ہو تو:

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ حدیث کی سندوں میں بعض ناموں کے ساتھ کچھ ایسے القاب بھی آتے ہیں جیسے کہتے ہیں حمید الطویل یعنی لمبا سلیمان الاعمش یعنی چندھی آنکھوں والا، مروان الاصفر زرد رنگ والا تو ان القاب کے ساتھ ان کا ذکر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

آپ نے فرمایا جب تمہارا ارادہ عیب نکالنے کا نہ ہو، صرف پہچان کا ہو تو پھر جائز ہے۔ مطلب کیا؟ کسی آدمی کو ایسے لقب سے یاد کرنا جس کے اشارہ اس کے گناہ کی طرف ہو جس سے توبہ کر چکا ہے، یہ جائز نہیں ہے۔ ایسے لقب سے پکارنا جو کسی کمزوری کی طرف اشارہ کرتا ہو تو جائز نہیں ہے۔ ہاں جب عیب کی نیت نہ ہو اور اس کی شہرت اس نام سے تو پھر بات الگ ہوتی ہے اللہ ہمیں یہ بات سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

نبوت کے عطا کردہ القاب:

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک عمل یہ تھا کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات بعض نام اور لقب دیتے لیکن جو زیادہ پسند ہوتا اسی لقب کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پکارا کرتے تھے۔ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لقب عطا فرمائے بھی ہیں۔ جیسے

◎ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دربار رسالت سے ”عتیق“ کا لقب ملا ہے۔ عتیق کا معنیٰ

ہوتا ہے ”آزاد“۔ جہنم کی آگ سے آزاد ہے۔

- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ”فاروق“ کا لقب ملا ہے۔ فاروق کا معنیٰ ہے حق اور باطل کے درمیان فرق کرنے والا۔
- حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو ”اسد اللہ“ کا لقب ملا ہے۔ اور اسد اللہ کا معنیٰ ہے اللہ کا شیر۔
- حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لقب ملا ہے ”سیف اللہ“ کا۔ سیف اللہ کا معنی ہے اللہ کی تلوار۔

ایسے اچھے اچھے لقب حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بسا اوقات عطا فرمایا کرتے تھے۔

خلاصہ آیت:

آیت نمبر 12 میں اللہ تعالی نے تین باتیں اور تین احکام بیان فرمائے تین باتوں کو جرم قرار دیا ہے، پہلا ظن یعنی بدگمانی، دوسرا تجسس کسی کے پوشیدہ عیب کا سراغ نکالنا، تیسرا غیبت، غیر موجود آدمی کے متعلق ایسی بات کہنا جس کو اگر وہ سنتا تو اس کو ناگواری ہوتی۔

گمان سے بچو! مگر کون سا گمان؟ :

یہ تین احکام بیان فرمائے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ اے ایمان والو گمان سے بچو۔ یہاں گمان کا مطلب عام گمان نہیں ہے بلکہ یہاں گمان سے مراد یہ ہے کہ ایسے گمان سے بچو جو بدگمانی ہے۔ اس لیے فرمایا كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ بہت سے گمانوں سے بچو یہ نہیں فرمایا کہ گناہ سے بچو۔

بعض گمان گناہ ہوتے ہیں:

بلکہ یہ فرمایا کہ بہت سے گمانوں سے بچو کیوں فرمایا إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ اس لیے کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا ہر گمان گناہ نہیں ہے کون سا گمان گناہ ہے؟ جس سے آدمی بچے۔ اور کون سا گمان گناہ نہیں جس سے آدمی نہ بچے، تو یہاں ظن سے مراد ”تہمت“ ہے۔ بد گمانی سے بچو اور برے گناہ سے بچو اور ایسا گمان جو برا نہیں ہے اس سے بچنا کیا ہے؟۔

گمان کی چار اقسام:

امام ابو بکر جصاص رحمہ اللہ نے احکام القرآن میں لکھا ہے ظن اور گمان کی چار قسمیں ہیں۔

1) ایک حرام ہے۔
2) دوسرا واجب ہے۔
3) تیسرا مستحب ہے۔
4) اور چوتھا جائز ہے۔

حرام گمان کون سا ہے؟:

حرام یہ ہے کہ اللہ تعالی کے ساتھ میں بد گمانی رکھیں کہ مجھے عذاب ہی دے گا اور مجھ پر مصیبت ہی نازل کرے گا، یہ اللہ تعالی کے رحمت سے مایوسی ہے۔ ایسا گمان حرام ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا يَمُوتَنَّ أَحَدٌ مِنْكُمْ إِلَّا وَهُوَ يُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (مسلم رقم الحدیث:2877)

تم میں سے کسی کو اس کے بغیر موت نہیں آنی چاہیے کہ اس کا اللہ تعالی کے ساتھ گمان اچھا ہو۔

بندے کے گمان کے مطابق:

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان لے کر دنیا سے جاؤ۔ حدیث مبارک میں ہے أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِی بِیْ (بخاری7405)

میں اپنے بندے کے اس گمان کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں جو بندہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے۔ بندہ اچھا گمان رکھتا ہے تو اللہ تعالی اس کی مغفرت فرمادیتے ہیں، اللہ تعالی کے ساتھ اچھا گمان رکھنا فرض ہے اور بدگمانی رکھنا حرام ہے۔

نیک لوگوں سے بدگمانی:

اسی طرح ایسے مسلمان جو ظاہری حالت میں نیک دیکھے جاتے ہیں ان کے ساتھ بغیر کسی قوی دلیل کے بدگمانی کرنا حرام ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَإِنَّ الظَّنَّ أَكْذَبُ الْحَدِيثِ (بخاری2748)

برے گمانوں سے بچو کیونکہ گمان جھوٹی بات ہیں۔ اب یہاں بالاتفاق ظن سے مراد کسی مسلمان کے ساتھ بلا کسی مضبوط دلیل کے بدگمانی کرنا ہے۔ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدگمانی کرنے سے منع فرمایا۔

گواہی پر عمل کرنا:

اور جو ایسے کام ہیں ان میں کسی جانب پر عمل کرنا شرعاً ضروری ہے اور اس کے متعلق قرآن وسنت میں کوئی دلیل واضح موجود نہیں وہاں پر ظن غالب پر عمل کرنا واجب ہے۔ جیسے باہمی تنازعات اور مقدمات کے فیصلے میں ثقہ گواہوں کے گواہی کے مطابق فیصلہ دینا۔ کیونکہ حاکم اور قاضی جس کی عدالت میں مقدمہ دائر ہے اس پر اس کا فیصلہ دینا واجب اور ضروری ہے اور خاص معاملے کے لئے کوئی نص قرآن

وحدیث میں موجود نہیں تو ثقہ آدمیوں کی گواہی پر عمل کرنا اس کے لئے واجب ہے۔ اب اگرچہ یہ امکان ہے کہ ثقہ آدمیوں نے جھوٹ بولا ہو۔ لیکن اس کی جھوٹ پر کوئی دلیل نہیں اس لئے ان کے گواہی پر عمل کرنا واجب ہے۔

سمت قبلہ متعین کرنے میں ظن غالب:

سفر میں سمت قبلہ معلوم نہ ہو اور کوئی بتانے والا بھی نہ ہو اب وہاں آدمی اپنے ظن اور گمان کے مطابق قبلہ متعین کرے گا، میرا دل کہتا ہے قبلہ اس طرف ہے۔ فقہاء کی زبان میں ”تحری“ کہتے ہیں۔ اپنے ظن غالب پر عمل کرنا واجب ہے۔

ضائع شدہ چیز کی قیمت میں ظن غالب:

اسی طرح کسی شخص پر کسی چیز کی ضمان دینا واجب ہو تو ضائع شدہ چیز کی قیمت میں ظن غالب پر عمل کرنا واجب ہے۔

ظن مباح اور جائز:

اور ظن مباح ایسا ہے جیسا نماز کی رکوع میں شک ہو جائے تین پڑھی ہیں یا چار تو ظن غالب پر عمل کرنا جائز ہے۔

روز مرہ کے مسائل میں ظن کا اعتبار:

عموماً ہمارے ہاں خواتین بھی مسائل پوچھتی ہیں، لوگ مسئلے پوچھتے ہیں کہ مجھے شک پڑ جاتا ہے کہ میں نے تین رکعات پڑھی ہیں یا چار؟ مجھے شک پڑ جاتا ہے کہ جب میں نے وضو کر کے نماز شروع کی تھی درمیان میں وضو ٹوٹ گیا ہے شاید؟ یہاں شک کو نہیں دیکھتے۔ یہاں دیکھتے ہیں کہ زیادہ گمان کس پر ہے؟ جب وضو کر کے نماز شروع کی ہے اور شک پڑا ہے تو شک کو چھوڑ دے اور نماز اپنی جاری رکھے۔ رکعات میں شک پڑا ہے تین پڑھی ہیں یا چار پڑھی ہیں؟ تو شک کو چھوڑیں جو زیادہ گمان ہیں

اس کی مطابق اپنی نماز پڑھے۔ اللہ تعالی ہمیں یہ بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اسی طرح اب دیکھیں قرآن کریم میں ہے لَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِأَنْفُسِهِمْ خَيْرًا (النور:12)

اس میں مسلمانوں کے ساتھ اچھے گمان کی، اچھے گمان کی، تاکید کی گئی ہے، تم نے امی عائشہ رضی اللہ عنہ والا واقعہ سنا تھا تو تم مسلمانوں کو فورا اچھا گمان رکھنا چاہیے تھا جب ان کے خلاف مضبوط دلیل نہ ہو اچھی بات کہتے۔ اس لئے کہ یہ مشہور ہے ”ان من الحزم سوء الظن “ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بدگمانی رکھیں بلکہ آدمی احتیاط رکھیں۔ اللہ تعالی ہمیں یہ باتیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

بدگمانی کے بجائے حسن ظن:

تو اس آیت میں بدگمانی سے منع فرمایا گیا ہے مسلمان کے بارے میں بلاوجہ بدگمانی کا شکار نہ ہو۔ مثلاً آپ کسی کے گھر جاتی ہے اور اس گھر میں جاکر دیکھا کہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے اور اچانک گھر میں گئے تو ایک خاتون ہے اس کا روزہ نہیں تھا۔ اب فوراً بدگمانی نہ کریں کہ روزہ نہیں رکھتی بلکہ آپ سمجھے خاتون ہیں اس کا مہینہ کا عذر ہے ہو سکتا ہے اس عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھا ہو۔ جب ہمارے پاس ایک جائز اور معقول وجہ موجود ہے تو پھر اس کے متعلق ہم بدگمانی کا شکار کیوں ہوں؟ اس لئے بلاوجہ ہمیں بدگمانی کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

جاسوسی سے بچنا چاہیے:

دوسری چیز اس حدیث مبارک میں سمجھائی ” وَلَا تَجَسَّسُوا “ اس کا مطلب یہ ہے کہ خفیہ کسی کا عیب تلاش نہ کرو، خفیہ کا مطلب بلاوجہ آدمی کوشش کریں کہ اس کے اندر یہ عیب ہے اس کے اندر یہ کمزوری ہے، اس میں فلاں چیز ہے، اللہ کے

لئے انسان کو ایسے نہیں کرنا چاہیے اس سے انسان کو بچنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَغْتَابُوا الْمُسْلِمِينَ، وَلَا تَتَّبِعُوا عَوْرَاتِهِمْ۔

(سنن ابی داود رقم:4882)

مسلمان کی غیبت کبھی بھی نہ کرو اور مسلمان کی عیب کو تلاش بھی نہ کرو۔

عیب تلاش مت کیا کرو:

فَإِنَّهُ مَنِ اتَّبَعَ عَوْرَاتِهِمْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ وَمَنْ يَتَّبِعِ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ يَفْضَحْهُ فِي بَيْتِهِ۔ (سنن ابی داود رقم:4882)

تم یہ کام نہ کرو کیوں کہ جو شخص کسی کے عیب کو تلاش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے عیب کو تلاش کرے گا، اور جس کے عیب کو اللہ تعالی تلاش کریں اللہ تعالی اس بندے کو اس کے گھر کے اندر ہی ذلیل کر کے رکھ دیتے ہیں۔ اس لئے ہمیں کسی کے عیب کو تلاش نہیں کرنا چاہیے۔

جاسوسی کی صورتیں اور گنجائش:

بیان القرآن میں حکیم الامت، مجدد الملت، مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے فرماتے، چھپ کر کسی کی بات سننا، یا اپنے کو سوتا ہوا بنا کر کسی کی باتیں سننا بھی تجسس میں داخل ہیں۔ ہاں اگر کسی کے بارے میں خطرہ ہو کہ یہ ہمیں نقصان پہچاتے ہیں اور ہمارے خلاف یہ مشورہ کرتے ہیں، ہمیں کوئی نقصان پہنچانا چاہتے ہیں، تو ایسے وقت کوئی ایسی تدبیر کرنا جس سے پتہ چل جائے ان کا منصوبہ کیا ہے؟ اس سے آدمی بچیں، تو اس کی گنجائش موجود ہے۔ لیکن بلاوجہ تجسس نہ کریں، کسی کی عیب اور گھر کی باتیں تلاش نہ کریں۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

غیبت بہت سخت گناہ ہے:

تیسری چیز اس آیت میں جو بیان فرمائی کہ کسی کی غیبت کرنا، غیبت سے بچو،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کا بہت اہتمام کرو کہ کوئی انسان کسی کی کوئی غیبت نہ کریں۔ وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا۔ غیبت نہ کرو۔ آگے ایک عجیب بات بیان فرمائی أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ۔

اس آیت میں کسی مسلمان کی آبروریزی اور تحقیر و توہین کو اس کے گوشت کھانے کے مشابہ قرار دیا ہے، اگر اس کے وہ شخص سامنے ہو وہ ایسا ہے جیسے کسی زندہ انسان کا گوشت نوچ کر کھایا جائے۔

کسی میں عیب تلاش کرنے کی ممانعت:

قرآن کریم میں لفظ ”لمز“ سے تعبیر کر کے حرام قرار دیا گیا۔ ”وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ“ آگے آئے گا ”وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ“ (سورۃ الھمزۃ:1)

کہ دیکھیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جہنم کی آگ ہے ایسے آدمی کے لئے ہے کہ جو کسی کی عیب تلاش کرتے ہیں۔ تو یہ ایسی ہے جیسے انسان کسی کا مردہ گوشت کھائے، اب دیکھو جب انسان کسی کا گوشت کھائے طبعی تکلیف ہوتی ہے، جسمانی اذیت بھی۔ فرق کیا ہے کہ ایک مردہ ہے اس کا گوشت کھائے (اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے)

تب بھی دوسرے کو اذیت ہے۔ غیب کو جب تک عیب کی خبر نہ ہو اذیت نہیں لیکن جب خبر ہوگی تو پھر اس کو اس کی اذیت اور تکلیف ہوگی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

غیبت اور بہتان:

غیبت کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا، بہت بڑا گناہ قرار دیا ہے۔ ہمیں تجسس سے، غیبت سے، بدگمانی سے بچنا چاہیے۔ ایک حدیث مبارک میں ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے

یہ فرمایا غیبت نہ کرو، تو کسی بندے کے اندر عیب موجود ہے ہم وہی بیان کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہارے بھائی میں وہ عیب نہیں جو تم نے بیان کیا پھر تو تم نے اس پر بہتان باندھا ہے۔ اور اگر عیب موجود ہے پھر بیان کیا تو یہ غیبت ہے۔ ہمیں اللہ تعالی محفوظ فرمائیں۔ چغلی کرنا، غیبت کرنا، بدگمانی کرنا یہ بہت بڑے گناہ ہے۔ ہمیں اس سے بچنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

غیبت سننے کا گناہ:

حضرت میمون رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مردہ ہے پڑا ہے، اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے اس کو کھاؤ! میں نے کہا اے خدا کے بندے میں اس کو کیوں کھاؤں؟ اس نے کہا اس لئے کہ تو نے فلاں شخص کے فلاں غلام کی غیبت کی ہے۔

میں نے کہا خدا کی قسم! میں نے اس کے متعلق کوئی بری بات کی ہی نہیں، تو اس شخص نے کہا ہاں! لیکن تو نے اس کی غیبت سنی تو ہے ناں اور تو اس پر راضی رہا۔

اللہ والے کی حالت:

حضرت میمون رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس خواب کے بعد حالت یہ تھا کہ نہ خود کسی کی غیبت کرتے اور نہ اپنی مجلس میں کسی کو غیبت کرنے دیتے۔

غیبت کرنا اور سننا دونوں گناہ ہیں:

نہ کسی کی غیبت کریں اور نہ کسی کی غیبت سنیں، اگر آپ کے مجلس کے اندر جہاں کوئی عورتیں بیٹھی ہیں اور بات کریں، تو اس کی بھی زبان بند کرو اور وہاں سے اٹھ جائے۔ کیوں کہ کسی غیبت کرنا اور کسی کی غیبت سننا بھی گناہ ہے۔

غیبت کرنے والوں کی سزا:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی شب جب تشریف لے گئے، تو آپ نے فرمایا: معراج کی رات میرا ایک ایسی قوم پر گزر ہوا جن کے باخن تانبے کے تھے، اپنے چہرے اور بدن کے گوشت نوچ رہی تھی۔ میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہے؟ آپ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائی کی غیبت کرتے اور ان کی آبروریزی کرتے تھے۔

غیبت؛ زنا سے زیادہ سخت گناہ کیسے ہے؟:

حضرت ابو سعید اور جابر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَلْغِیْبَۃُ أَشَدُّ مِنَ الزِّنَا" (شعب الایمان رقم:6314)

غیبت زنا سے بھی بہت بڑا گناہ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ کیسے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک شخص زنا کرتا ہے اور توبہ کر لیتا ہے اس کا گناہ معاف ہو جاتا ہے۔

غیبت سے توبہ اور معافی:

غیبت کرنے والے کا گناہ اس وقت تک معاف نہیں ہو سکتا جب تک وہ شخص معاف نہ کریں، جس کی غیبت کی گئی ہے اور جس کی غیبت کی گئی ہے اگر اس کو پتہ چل گیا تو اس سے معافی مانگنا چاہیے، اگر اس کو پتہ نہیں چلا تو توبہ اور معافی مانگیں اللہ تعالی سے، اللہ تعالی معاف فرمادیں گے۔

غیبت کا تعلق حقوق اللہ اور حقوق العباد سے:

خیر میں عرض کر رہا تھا ہمیں غیبت سے بچنا چاہیے، یہ غیبت حق اللہ کی بھی مخالفت ہے اور حق العبد کی بھی مخالفت ہے، جس کی غیبت کی ہے اس سے بھی معاف

کرائیں اور اللہ تعالی کے حکم کی بھی مخالفت کی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگیں لیکن جب تک اس کو پتہ نہ چلے اس سے معافی مانگنا ضروری نہیں ہے۔ بعض حضرات کی یہ رائے ہے اگر پتہ چل جائے تو پھر اس سے معاف کرانا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ ساری باتیں سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

کافر اور مجنون کی غیبت:

آپ ایک مسئلہ یاد رکھ لیں کہ اگر کوئی بچہ ہے، مجنون ہے، یا کافر ہے اور ذمی ہے، غیبت اس کی بھی حرام ہے۔ کیونکہ ان کو بھی تکلیف دینا جائز نہیں ہے، ہاں جو کافر حربی ہے دار الکفر میں ہے، اس کا مسئلہ اور ہے۔

اشاروں سے غیبت:

اسی طرح یاد رکھیں کہ جس طرح غیبت آدمی کی قول سے ہوتی ہے اسی طرح فعل اور اشارے سے بھی ہوتی ہے۔ اپنے فعل اور اشاروں سے غیبت نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالی ہمیں یہ بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مسئلہ پوچھنا غیبت نہیں:

ایک مسئلہ یاد رکھ لیں اگر کوئی عورت ہے اس کے خاوند کا مسئلہ ہے، کسی مفتی سے مسئلہ پوچھنا چاہتی ہے، اسے اپنی خاوند کی بات پوری بتاتی ہے تو یہ غیبت نہیں ہے۔ اس لئے کہ اگر اس نے حالات بتانے نہیں ہے تو مسئلہ پوچھیں گے کیسے؟ تو اس کو غیبت نہیں کہتے۔

قرض دار اور قرض خواہ کی غیبت:

اگر ایک آدمی نے اپنے کسی سے پیسے لینے ہیں اور اس کے بارے میں کسی کو بتائیں، میرا پیسہ مجھے نہیں دیتا یہ غیبت نہیں ہے۔ کوئی دوسری اس کی باتیں کریں یہ

غیبت کا حصہ ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کو اس سے حفاظت فرمائے۔

خلاصہ بیان:

اس آیت مبارکہ میں بھی اللہ تعالی نے تین حکم دئے ہیں، گویا کہ اللہ تعالی ان دو آیتوں میں چھ احکام عطا فرما دیئے ہیں۔ جو آپ حضرات سے آیت نمبر 11 میں فرمایا، ایک آدمی دوسرے آدمی کا تمسخر، مزاق نہ اڑائیں، پھر فرمایا عیب جوئی نہ کریں۔ اور پھر فرمایا کہ آپس میں برے لقب سے پکارو مت۔

آیت نمبر 12 میں بھی تین حکم دیے ہیں: ایک بدگمانی نہ کریں۔ دوسرا کسی کی خفیہ غیب تلاش نہ کرو اور " وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا "کسی کی غیبت بھی نہ کرو۔

آگے آیت نمبر 13 میں اللہ تعالی فرمایا: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى " اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، تمہارے ذاتیں اور جماعتیں مختلف کیوں بنائے؟ تاکہ تمہارے آپس میں پہچان ہو۔ بے شک تم میں اللہ تعالی کے ہاں عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیز گار ہو۔

مساوات وبرابری کا درس:

اللہ تعالی نے صاف صاف فرمادیا کہ کسی کو حقیر اور ذلیل مت سمجھو، قوم کا بڑی ہونا اور قوم کا چھوٹی ہونا، کسی کے رنگ کا گورا ہونا اور کسی کے رنگ کا کالا ہونا، کسی کا دولت والا ہونا اور کسی کا غریب ہونا یہ سب بعد کی باتیں ہیں، ہم ایک باپ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور ایک ماں حضرت حوا علیہا السلام کی اولاد ہیں۔ اس اعتبار سے دنیا کے انسان بنو آدم ہونے کی حیثیت سے آپس میں بہن بھائی ہیں۔ اس لئے آدمی کو اس کا بہت زیادہ خیال رکھنا چاہیے۔ اور یہ فخر کرنا اور مباحات کرنا، اللہ تعالی اس سے حفاظت فرمائیں، اللہ تعالی ہم سب کو محفوظ رکھیں۔

فتح مکہ کے دن حکم آیا:

یہ آیات کس موقع پر نازل ہوئیں؟ کہ مکہ فتح ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو فرمایا: اذان دو۔ تو قریش مکہ جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے کہا اللہ کا شکر ہے ہمارے آباء واجداد پہلے فوت ہو گئے ان کو یہ روز دیکھنا نہیں پڑا۔ حارث بن ہشام نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کالے کوے کے سوا (العیاذ باللہ) کوئی آدمی نہیں ملا، جو مسجد حرام میں اذان دے اور ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا میں کچھ نہیں کہتا، مجھے خطرہ ہے اگر میں نے کچھ کہہ دیا آسمان سے وحی آجائے گی۔

کالے گورے رنگ کی برتری کچھ نہیں:

اتنے میں حضرت جبرئیل امین آئے انہوں نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری گفتگو سنادی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر پوچھا کہ تم نے کیا کہا تھا؟ انہوں نے اقرار کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس نے بتادیا فخر اور عزت کی چیز ایمان اور تقوی ہے، یہ رنگ وغیرہ کچھ بھی نہیں ہے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ مان لیا اگرچہ کالا ہے لیکن تقویٰ اور اور ایمان کے اعتبار سے بلال مجھ سے افضل ہیں۔

دو قسم کے لوگ:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر طواف فرمایا، تاکہ سب لوگ دیکھ لیں اور طواف میں فرمایا "إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ أَذْهَبَ عَنْكُمْ " (ابوداود رقم:5118)

میں اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں جس اللہ تعالی نے تم سے اس جاہلیت کی دبے تکبر کو دور کر دیا ہے، فرمایا اے لوگوں تم یاد رکھوں "اَلنَّاسُ رَجُلَانِ" کہ

لوگوں کی دو قسمیں ہیں۔ مُؤْمِنٌ تَقِیٌّ ایک آدمی وہ ہے جو نیک ہے متقی ہے شریف ہے۔ وَفَاجِرٌ شَقِیٌّ ایک وہ شخص ہے جو گناہ گار ہے اور نافرمان ہے۔

معزز افراد اور ذلیل لوگ:

جو یہ نیک آدمی ہے اللہ تعالی کے ہاں عزت والے ہیں اور یہ نافرمان ہے اللہ تعالی کے ہاں ذلیل ہے۔ پھر آیت پڑھی یَا أَیُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ تو اس آیت میں فرمایا ہم نے جماعتیں اور قبیلے بنادی ہیں، تا کہ تمہارا آپس میں تعارف ہو۔ لیکن اس کی وجہ سے آدمی دوسرے پر اپنا رعب جھاڑے یہ اچھی بات نہیں۔

ہماری دعا ہے:

اللہ تعالیٰ ہمیں بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے، اللہ تعالی ہم سب کو گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں عیب جوئی سے بچائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں تجسس سے بچائیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں بہتانوں سے بچائیں۔ آمین

خواتین کا تربیتی ادارہ:

میں آپ کے سامنے بارہا عرض کرتا ہو کہ یہ جو ادارہ ہے ”مرکز اصلاح النساء“ یہ اس لئے بنا ہے اس میں بچیاں قرآن مجید پڑھیں اور اس پر عمل کریں، احادیث پڑھیں پھر اس پر عمل کریں، خواتین ہر مہینے آئیں قرآن مجید کو سنیں اور اس پر عمل کریں، درس دینے کا مقصد یہ ہوتا ہے اس کو اپنی زندگی میں لائے اور جو گناہ کی بات ہے اس سے بچیں، نیکی کی بات ہے اس کو قبول کریں، اللہ تعالی ہم سب کو گناہوں سے بچائیں، اور نیک اعمال کی توفیق عطا فرمائیں۔

اپنی بچیوں کو مدرسے کی طرف متوجہ کرو! اپنے بچوں کو مدرسے کی طرف متوجہ کرو! بچوں کو قرآن پڑھاؤ اور بچیوں کو بھی دین پڑھاؤ، ان شاء اللہ ایسی اولاد دنیا

میں بھی آپ کے آنکھوں کی ٹھنڈک بنے گی اور آخرت کے لئے بھی ذخیرہ بنے گی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین پڑھنے، سمجھنے، اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

صاحبِ تالیف

نام: محمد الیاس گھمن

ولادت: 12-04-1969

مقام ولادت: 87 جنوبی، سرگودھا

تعلیم: حفظ القرآن الکریم: جامع مسجد بوہڑ والی، گکھڑ منڈی، گوجرانوالہ
ترجمہ وتفسیر القرآن: امام اہل السنۃ والجماعۃ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ
مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ
درس نظامی: (آغاز) جامعہ بنوریہ کراچی، (اختتام) جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد

تدریس: (سابقاً) معہد الشیخ زکریا، چپاٹا، زمبیا، افریقہ ۔ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا

مناصب: سرپرست اعلیٰ مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا
مرکزی ناظم اعلیٰ اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ، پاکستان
چیف ایگزیکٹو احناف میڈیا سروس، سرپرست احناف ٹرسٹ انٹرنیشنل

تبلیغی اسفار: ساؤتھ افریقہ، ملاوی، زمبیا، کینیا، سنگاپور، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، یمن، بحرین

تصانیف: عقائد اہل السنۃ والجماعۃ ۔ اصول مناظرہ ۔ فضائل اعمال اور اعتراضات کا علمی جائزہ
نماز اہل السنۃ والجماعۃ ، فرقہ اہل حدیث پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ
شہید کربلا اور ماہ محرم، قربانی کے فضائل و مسائل، صراط مستقیم کورس (بنین، بنات)
فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ، کیا فقہ حنفی قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے، حسام الحرمین کا تحقیقی جائزہ
فرقہ بریلویت پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ، فرقہ جماعت المسلمین کا تحقیقی جائزہ، خطبات متکلم اسلام
مضامین متکلم اسلام، مجالس متکلم اسلام، مواعظ متکلم اسلام (برائے خواتین)

بیعت وخلافت: عارف باللہ حضرت اقدس مولانا الشاہ حکیم محمد اختر دامت برکاتہم العالیہ
امین العلماء، قطب العصر حضرت اقدس مولانا سید محمد امین شاہ رحمہ اللہ

اصلاح وارشاد: خانقاہ اشرفیہ اختریہ، 87 جنوبی، سرگودھا